

حضرت امام علی بن احسین زین العابدین علیہما السلام

اسم مبارک : علی علیتیام

والد بزرگوار : سید الشہداء، حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام

والدہ گرامی : جناب شہر بانو، ایران کے بادشاہ ہرمز کی دختر

تاریخ ولادت : ۱۵ ربیع الاول ۳۸ھ

جائے ولادت : مدینہ منورہ

مشہور کنیت : ابو محمد

مشہور القاب : سجاد، زین العابدین، سید الساجدین

عمر مبارک : ۷۵ رسال

تاریخ شہادت : ۲۵ ربیع الحرام ۹۵ھ

آپ کا قاتل : ولید بن عبد الملک کے حکم سے ہشام بن عبد الملک نے آپ کو زہر دیا

مدفن : جنت ابیقیع، مدینہ منورہ

اس مختصر سے رسالہ میں حضرت امام زین العابدین علیتیام کی مکمل سوانح حیات کا خلاصہ پیش کرنا ویسا ہی ہے جیسا سورج کی شعاؤں کو اپنی نظروں میں قید کرنا۔ متعدد کتابیں آپ کی عظیم الشان اور پرسوز زندگی پر کھلی جا چکی ہیں بالخصوص آپ کی دعا و مناجات جو صحیفہ سجادیہ کی شکل میں موجود ہے، آپ کی عبادت، آپ پر ڈھائے گئے مصائب وغیرہ۔ لہذا اس رسالہ میں ہماری کوشش یہ ہے کہ امام سجاد علیتیام کی شخصیت اور زندگی کے کچھ ایسے پہلو رسم کئے جائیں جو یا تو عام نہیں ہیں یا مشہور ہیں مگر ان کی دیگر عظیم مصیبوں کو دیکھتے ہوئے ان کو اکثر بیان نہیں کیا جاتا۔

نوا اور سکوت امام کے آثار و برکات

ہے۔ یہ کتاب نبین ایسا اجمالی ہے جسکی تفصیل ممکن نہیں لیکن قسیر برائے تفہیم بہ عقل انسانی ممکن ہے۔ چنانچہ تفسیر قرآن پر اس عقل کو روشنی دینے کے لئے ایک میزان درکار ہے جو انسان کو صراط مستقیم یعنی قانون شریعت پر پابند رکھ سکے۔ ہادیان بحق وہی ہو سکتے ہیں جن میں یہ دو صفتیں اس طرح پائی جاتی ہوں کہ ان کا سکوت یا چپ رہنا بھی اسی طرح ہدایت کی کا فرمائی کرے جس طرح ان کا کلام، خالق اکبر نے جناب آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء علیہما السلام تک اسی روشن پر چلنے کی قوت اور صلاحیت اور قدرت عطا فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر صبرا یوبی اور نالہ یعقوبی اسی طرز ہدایت پر قائم رہے۔ اور جب بولنے کا موقع آیا اس وقت لسان مبارک سے کام لیا۔

امروز و فردا سے گزرتے ہوئے وہ زمانہ یاد کر لئے جب مسلسل عظیم علیہما السلام نے بعثت کا اعلان کیا اور پھر کار ہدایت کے مرحل سے گزرنے لگے۔ ۱۲ سے ۱۳ سال مکہ میں ایک طرف سلسلہ رسلالت عرش سے فرش تک قائم تھا۔ حضرت علی علیہ السلام ہر لمحہ ہر گام پر حضور سرور کائنات علیہما السلام کے ساتھ ساتھ ہر مصیبت اور مخالفت کا سامنا کر رہے تھے۔ وہ لوگ اسلام کی راہ پر چل پڑے تھے خاموشی کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو جاتے نزول آیات قرآنی ہوتی تو ہر ایک متوجہ اور کمر بستہ رہتا کہ قریش مکہ کب اور کون سی مصیبت کھڑی کر دیں گے اس کا مقابلہ صبر و استقلال اور ثابت قدیمی کے ساتھ کرنا ہے۔ ادھر سارے شہر مکہ میں ایک ٹھیکانی،

سکوت معنی اور مطالب میں

خالق اکبر نے اپنی سب سے اشرف مخلوق یعنی نوع بشر کو سن کر خاموش رہنے اور سن کر بولنے کی دونوں صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ انسان کو یہ قدرت عطا فرمائی ہے جب وہ ارادہ کرے بولنے کا تودہ بولتا ہے اور اسی کے تحت جب چاہے سکوت اختیار کرے۔ انسان ایک سماجی جانور ہے۔ اسکی عظمت اور بزرگی اسکے قول و فعل کی اساس پر ہے۔ چنانچہ انسان کے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسکے تمام حرکات اور سکنات کو بالسترتیب راہ راست پر بالقطع رہنے کے لئے ہدایت کو دو طرف سے قائم کیا تاکہ روز محسروہ یہ شکایت نہ کر سکے کہ مجھے ایسی کوئی ہدایت نہیں ملی جو یا کوئی ایسا اخنوی کامیابی کے قابل بناسکے۔ لہذا خالق نے اپنی مخلوق کو کتاب اور میزان (یعنی ائمہ معصومین علیہم السلام ہادی بحق) ایک صامت اور ایک ناطق دونوں کی رہبری سے نوازا۔ اور فرمایا ”لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا إِلَيْكُمْ مِّنْ أُنْوَنَّا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَ الْمِيزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ“۔ بے شک ہم نے ایک رسول بھیجا رہوں نشانیوں کے ساتھ اور ہمراہ اسکے کتاب اور میزان بھی تاکہ لوگ پر امن زندگی بسر کریں۔

یہ مشیت الہی کی ترجمانی کرتی ہوئی کتاب جو آیات یعنی کلام الہی کی صداقت کی حامل ہیں ۱۱۳ سوروں پر مشتمل ہے۔ ان آیات میں ناسخ، منسوخ، متشابہ اور مخلوق آیات کی الگ الگ فہرست

مشتعل ایک اسلامی تہذیب کے تمام امور سر انجام پا گئے۔ اور اسلامی تہذیب کی دستور بندی پر روز اعلان غیر ائمہ و آئلیم کی مہربت ہو گئی۔ یہاں تک کہ اب ضرورت تھی اس اتمام رسالت اور مکمل دین کی اس طرح حفاظت کرنا کہ اس کے انداز، اسکی روشن، اس کا طریقہ کار، اس کے تحت اسلوب زندگی یعنی اس کے اقدار کے گیسوں کی شانہ کشی اس طرح ہوتی رہے کہ کہیں اس میں الحجاؤ یا گرد سیاست نہ پڑنے پائے اسی لئے بوقت حلت مرسل عظیم ﷺ نے بہ بان وحی الہی سے یہ کلمات جاری کئے کہ مجھے قلم و قرطاس دیدو تاکہ میں وہ تحریر لکھ دوں جس سے تم لوگ گمراہی سے نج جاؤ۔ تاریخ بتاری ہے کہ ایک شورا ٹھا مخالفین کی بڑی اکثریت سے ایک صاحب نے آواز بلند کی کہ انہیں قلم و قرطاس نہ دیا جائے ورنہ یہ ملک علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں تحریر ثابت کر دیں گے۔

بنی ہاشم کی آواز اور ان کی حمایت اس بارے میں کام نہ آئی اور سکوت اختیار کرنا پڑا۔ لیکن کیا نوائے سکوت یہ آفاقت لے کر نہ اٹھی کہ مرسل عظیم ﷺ نے اپنی زندگی میں خلافت کا فیصلہ کر دیا۔ مزید اس کی تصدیق اس وقت ہوئی جب جناب زہرا ﷺ نے علی علیہ السلام سے فرمایا: یا ابو الحسن آخر آپ نے یہ ناموشی یا سکوت کیوں اختیار کیا؟ جس کے جواب میں مولا نے ارشاد فرمایا تھا بی میں آپ کے بابا کی وصیت پر قائم ہوں آپ نے آخر وقت میں یہ کہا تھا علی جب یہ قوم دنیا کی طرف پلٹ جائیں تم دین کی حفاظت کرنا۔ یہی منزل جسے نوائے سکوت کی منزل پر وارد کیا جا سکتا ہے۔

بغافت تھی، بثروغونا تھا۔ ظلم و ستم کا بازار گرم تھا۔ بلال کے سینے پر جلتا ہوا ایک بڑا پھر رکھ کر اذیت پہونچائی گئی لیکن احداً احمداء کے علاوہ کوئی دوسرا آواز تھی۔ تاریخ سامنے ہے جو کہہ رہی ہے۔

راہ جن مرا حل محمد سے بشر چلتے ہیں
ان پر چلتے ہوئے جبریل کے پر جلتے ہیں
قریش مکہ اپنی منصوبہ بندی کو عملی جامہ پہنارہ ہے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کی بھرت کا وقت آگیا گیا ان سب کے پیش پرده کا رسالت باہمہ اطینان و سکون انجام پار ہاتھا۔ ورنہ اتنے اطینان کے ساتھ علی علیہ السلام زندگی بھر کی تمام ثبوں میں کوئی ایسی شب نہ تھی وہ اتنی گھری نیند سوئے ہوں۔ سچ ہے سر بستر ہو تو یہ حق کا ولی ہوتا ہے۔ کہ بلا ہو تو حسین ابن علی ہوتا ہے یہی وہ کھری بات ہے جسے علم کہتے ہیں اور جو انیما علیہ السلام اور اوصیاء علیہ السلام کو قدرت کی طرف سے دعیت ہوتی ہے۔

مکہ سے بھرت مدینہ کی طرف ہوتی۔ درابو ایوب انصاری کو فضیلت نصیب ہوتی۔ حضور کاناقہ و میں جا کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ابلاغ و تبلیغ کے سلسلہ شروع ہوئے۔ مسجد بنوی تعمیر ہوتی۔ یہودی اور بہت پرست قریش مکہ کب چپ بیٹھنے والے تھے۔ غزوات کا آغاز ہوا۔ تقریباً ۸۰ مرتبہ بڑی جنگ سامنے آئی اور ہر جنگ علی علیہ السلام کے ہاتھوں فتح کامرانی کے ساتھ ہوتی ہوئی۔

اس دس یا گیارہ سال مدینہ میں رسول اکرم ﷺ نے رسالت الہیہ کے فرائض انجام دیئے۔ جس میں اتنی جنگیں، قرآن کی تمام آیات کا نزول، آپ کے سیرت میں فعل، تقریر اور تحریر پر

الہمیہ، وحی کی آمد و رفت، الہام کے سلسلوں کی آفاقی، آسمانی اور الوہی قدرت کے سامنے کہاں تک سکتے تھے اور کتنی دیر اپنے پاؤں پر کھڑے رہ سکتے تھے۔

ہم اس وقت ان آثار و برکات کی تحریر جہاں تاپ کی ایک کرن کی جھلکی بحد استطاعت قلم رکھنا چاہتے ہیں جس کا تعلق زین العابدین علی ابن احسین علیہما اللہ تعالیٰ کی سیرت سے علاقہ رکھتی ہے۔ ۲۸ رب جب کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ دھوپ شہر کے منڈروں پر اتر چکی ہے۔ امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ اپنے قافلہ کے ساتھ نانا کے مدینہ سے بھرت کرتے ہوئے حدود شہر سے باہر کی طرف حرکت پذیر ہیں۔ امام سجاد علیہما اللہ تعالیٰ اور آپ کے فرزند یعنی امام محمد باقر علیہما اللہ تعالیٰ جو بہت کم سن تھے ساتھ ساتھ ہیں۔ قافلہ مکہ میں وارد ہوا۔ جو یان حق علم کے مثالی ا بن زیر کی حلقة بندی چھوڑ کر امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ کے گرد جمع ہونے لگے۔ حق کی روشنی فریب کاروں کی پر چھائیوں کو نابود کر رہی تھی۔ اس مکہ کے قیام کے دوران امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ کے پاس کوئیوں کے خطا آرہے تھے۔ ادھرمحمد حنفیہ، عبد اللہ بن جعفر مثورہ دے رہے تھے، بھائی عراق کی طرف سفر ترک کر کے مدینہ واپس آجائیئے۔ امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ نے سب کو تکلی بخش جواب دیا۔ اپنا سفر جاری رکھا۔ مکہ سے کربلا کی منزل تک امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ کی حکمت پر حضرت عابد علیہما اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی وقت کوئی سوال کیا ہوتا رنج شاہد کہ آپ خاموش رہے۔ اس لئے کہ

باپ کا علم نہ بیٹھے کو اگراز بر ہو
پھر پر لائق مسیر اسٹ پدر کیوں کر ہو

اختصار اور اجمال کے تحت صرف قارئین کو دعوت فکر و نظر دے رہے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں عقل و خرد کی روشنی میں کہ کیا یہی روشن، یہی مزاج، یہی اسلوب، یہی تہذیب کو بعد از نبی اکرم علیہما اللہ تعالیٰ، بعد از علی مرتضی علیہما اللہ تعالیٰ، بعد از صلح امام حسن علیہما اللہ تعالیٰ، امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ نے قائم نہیں رکھا؟ اور جب دور یزید آیا پھر وہی شورش، وہی مکر و فریب، وہی موقع پرستی، وہی بد اعمالی اقدار اسلامی کا عہد سامنے آ کر اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ بروئے کار آگئی۔ امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ سے یہ ملعون جیسے فاسق و فاجرا پنی حکومت کے زعم میں طلب بیعت کرے۔ انکار بیعت ایک آفاتی حقیقت کی عکاسی کر رہی تھی یا اسی زبان سے نوازے مقصد الہمیہ بلند ہو رہی تھی جو اس قافلہ کی راہ گزر میں باگ درا کی جیشیت رکھتی تھی جو حق پرستوں کا ایک قافلہ اتنی مدت میں خاموشی کے ساتھ اپنی قدروں کی حفاظت میں چل رہا تھا۔ سچ کہا ہے،

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حق کہ بنائے لا الہ ہست حسین
جیسے اسلام کے ماسبق زمانہ میں انبیاء علیہما اللہ تعالیٰ کا اور وہ جہاں جہاں، جب جب ہوا حکومت، طاقت، غرض ان کی آواز یعنی انبیاء علیہما اللہ تعالیٰ کے ابلاغ کی آواز کو دبانے کے لئے زبردست شکر کشی کے ساتھ آگئی تھی اسی طرح امام حسین علیہما اللہ تعالیٰ کے زمانہ بھرت تک سارے فریب دینے والے گروہ نئے نئے بھیس میں اس طرح آگئے تھے کہ گویا اسلام ان کے لئے ایک مداری کی ڈگلگی بن گیا تھا۔ لیکن بے خراپنی طاقت بھر ہی تو اپنی سوچ کو کچھ اجالادے سکتے تھے، وہ عرفان، حکمت

علیلیم کی پیاری پچی سکینہ ہے بے رداخاک بسرحدرات عصمت
و طہارت ہیں جانشین امام محمد باقر علیلیم اتنے کمن ہیں کہ پھرہ
تمازت آفتاب اور شدت پیاس سے کمہلا یا ہوا ہے۔ اور سر برائی
اس قیدی کی ہے جو بیماری کے ساتھ پابrezنجیر، ہاتھ بند ہے ہوئے
اور طوقِ گرانبارگلے ہیں۔ اسی حالت میں یہ قافلہ شام کی طرف روانہ
ہوا۔ قافلہ شام تک ایک دور راز سفر کرتا ہوا جب پہنچا ہو گا تو کسی
ذہن میں ان مصیبتوں کا کوئی اندازہ لگایا نہیں جا سکتا صرف ان
لفظوں میں کچھ ترجیحی ہو جاتی ہے۔

لَقَدْ عَظِيمَتِ الرَّزِيْةُ وَ جَلَّتْ وَ عَظِيمَتِ
الْمُصِيْبَةُ بِكَ عَلَيْنَا وَ عَلَى جَمِيعِ أَهْلِ
الإِسْلَامِ وَ جَلَّتْ وَ عَظِيمَتْ مُصِيْبَتُكَ فِي
السَّمَاوَاتِ عَلَى جَمِيعِ أَهْلِ السَّمَاوَاتِ

جس مصیبتوں کی یورش پر امام سجاد علیلیم جیسے صابر کی زبان
سے آہ سرد سے پلٹے ہوئے الفاظ الشام جنہیں سن کر آج تک
دل میں ہر انسان کے درد کروٹیں لے رہا ہے۔ قلم قاصر ہے اور
بیان کے لئے ہرز بان گنگ ہے۔ مختصر قافلہ اس حال میں دربار
یزید میں لایا گھیا، یزید کے درباری، دوسرے ملکوں کے سفیر کری
نشین، جشتی غلام سونے کے پٹوں سے کمر بستہ، برہنہ تواریخ پنچی ہوئی،
ان مناظر کا مقاوم کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ ایسے عالم میں
شیر دل علی ابن الحسین علیہ السلام گو سکوت برلب لیکن جلال ہاشمی کے
تیور سے ایک عقل کو متحریر کر دینے والا رعب بڑے ظالموں کی
نکاحوں کو بیچا دکھار ہاتھا۔ یزید اپنے جد کی تعریف میں لن ترانی
کرتا ہوا، اسلام کی تکذیب کے الفاظ جاری کئے، اس کا بیان تاریخ

اس لئے کہ امام کی مصلحت امام کے اقدام ہونے والے
امام کے علم میں ہے۔ یہاں آپ کو علم تھا کہ امام حسین علیلیم کی
منزل شہادت کا سر نامہ ہے اور حضرت سحباد علیلیم کی امامت کا
سرور قسمانے آیا۔ جب اشقا آگ لے کر خیموں کو جلانے کے
لئے آگے بڑھے۔ عالمہ غیر معلمہ جناب زینب سلام اللہ علیہما امام
سجاد علیلیم کے خیمه میں تشریف لائیں۔ پہلے امامت کی شہادت
دی، فرمایا پھر سید سجاد تم وقت کے امام ہو، حکم دو اس خیمہ میں ہم
سب جل کر ختم ہو جائیں یا باہر نکلیں۔ آپ علیلیم نے فرمایا، پھوپھی
اماں، جان بچانا لازم ہے خیموں سے سب باہر آ جائیں۔ یہ تھی
امامت کی وہ پاسبانی جو شریعت پر محیط تھی۔ اس نوائے شریعت
کے بعد ایک بولتے ہوئے سکوت کا سلسلہ شروع ہوا۔

آہ وہ دشت بلا اف وہ اسیران بلا
چادر بنت عسلی بستر بیمار چھنا
صرف خیمه نہیں دامن بھی سکینہ کا جلا
کون سا ظلم تھا جو آل عبا پر نہ ہوا
لٹ گئے خیے حرم ہو کے گرفتار چلے
کربلا روئی رہی عابد بیمار چلے
پابrezنجیر طوق خاردار گلوگیر، اس منظر کو سامنے لانے کے بعد
پتھر دل چخش اٹھتے ہیں لیکن ہمارا چو تھا امام خاموش ہے، سکوت پر
لب ہے یہاں تک کہ،

بے رداخاک بسر جان سے بیزار آئے
ہائے کس حال میں قیدی سر دربار آئے
یہ وہ قافلہ ہے جس میں معصوم بچے میں مصحاب زده حسین

کوشش کے ساتھ قلم اٹھایا۔ دوسرا دور آپ کی سیرت کا آپ
کی حیات طیبہ مدینہ میں آپ کے قیام کا ہے۔ آئندہ اس پر کوئی
اور قلم طراز ہو گا۔ انشاء اللہ

سبق

ہمارے جوانوں اور بزرگوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ
سیرت امام سجاد علیہ السلام کو سامنے رکھنے کے بعد یہ سیکھ لیں کہ
کب، کہاں اور کیسے زبان سے کام لیں اور کس طرح اسے قابو میں
رکھیں۔

آخر میں اپنے امام حاضر علیہ السلام کے دراقد سس پر دامن
پھیلاتے ہوئے مانگ رہے ہیں۔ اے خدا کے ولی، اے
ہمارے بھگبان امام ہمیں توفیق عطا کریں کہ ہم آپ کے جد امام
سجاد علیہ السلام کے صحیفہ کاملہ کو سمجھ سکیں۔ دل میں اتار دیں اور اس
پر عمل کرنے میں پیش قدی کریں۔

مولا! آپ کے جد نے ہمیں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع کا
سلیقہ سکھایا ہے ان لفظوں میں:

إِلَيْهِ كَيْفَ أَذْعُوكَ وَأَنَا آنَا وَكَيْفَ أَفْطَلُ
رَجَائِي مِنْكَ وَأَنْتَ أَنْتَ
پَرَوْدَگَارًا! میں کیسے تجھے پکاروں کیوں کہ میں میں
ہوں مگر میں کس طرح تجھ سے اپنی امیدوں کو مقطع کر
دوں کیوں کہ تو تو ہے!
مولہ، ہماری دعائیں اڑا اور ہماری فنکر میں اجالا آپ کے
ہی درست نصیب ہو۔ ایک نظر عنایت، ایک نظر کرم!

میں موجود ہے۔

بعدہ یہ مار قیدی امام نے یزید سے اجازت چاہی کہ وہ اس
منبر پر جا کر کچھ اپنا بیان دے سکے۔ دربار یوں کے اصرار پر یزید
نے اجازت دی۔ سکوت امام ٹھا، حق کی آواز لب مبارک سے
مکمل کر حاضرین کے گوش گزار ہوئی۔ محمد و شتابے باری تعالیٰ کے
بعد جب اپنا تعارف کرایا اور اپنے جد کے لائے ہوئے اسلام
کے بارے میں لب کشا ہوئے تو ایسا لگا جیسے لوح قلم سے لبیک کی
صد آنے لگی۔

جب انقلاب کی آہنیں سنائی دینے لگیں یزید گھبرا یا،
جان گیا حکومت بکھر نے والی ہے۔ ایک بیکس کی تقریر نے
دربار یوں کو سرگوں کر دیتے۔ (خطبہ امام سجاد علیہ السلام ترجمہ
کے ساتھ چھپ چکا ہے۔) انقلاب آیا، قید سے رہائی کا حکم
صادر ہوا۔ افسوس بوقت رہائی ام رباب بالی سکینہ کی نئی سی قبر
سے کیسے اور کس عالم میں جدا ہوئی ہوئی اسے کوئی کس طرح
بیان کرے؟ جیسے میرے سامنے کوئی بیٹھا پوچھ رہا ہو پھر کیا
ہوا۔

تصریح یزید میں سرخ پر دے اتارے گئے۔ سیاہ پر دے
لگے، جناب زینب سلام اللہ علیہا سیاہ پوش شام کی عورتوں سے
مخاطب ہوئیں۔ شہر کے ایوان پر سرخ پر چم کی جگہ سیاہ
چھٹیاں آگئیں۔ سوز و گذاز امتنڈنے لگے آنکھوں سے
آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ یہ ایک دور تھا جناب سجاد علیہ السلام
کی امامت کا جن کے نوا اور سکوت کے آثار و برکات کی ایک
بھلک راقم الحروف نے قارئین کے لئے پیش کرنے کی

سید سجاد علیہ السلام - محافظ امامت و شیعیت

بڑے بڑے انعامات کے امیدوار تھے۔ ذہن کس طرح بدل دینے گئے تھے لوگوں کے دل و دماغ سے اہل بیت علیہم السلام کی عظمت و منزلت کس طرح ختم کر دی گئی تھی۔

اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ حضرت رسول خدا علیہ السلام کے بعد اہل بیت علیہم السلام سے صرف خلافت و حکومت اور ذکر نہیں غصب کیا گیا تھا بلکہ پوری طرح سے ان کی عظمتوں کو لوگوں کے دل و دماغ پر اثر اندازہ ہونے کی کوشش ہو رہی تھی۔ خلافت اس طرح غصب کی گئی، دوسروں کو ناحق جانشین رسول معین کیا گیا، ذکر پر اپنے پھرہ دار بھادتے علمی شخصیت کو مجروح بلکہ ختم کرنے کے لئے ان لوگوں سے مسائل دریافت کئے جانے لگے جو اسلامی تعلیمات کے اف ب سے بھی واقف نہ تھے۔ قرآن کریم کی تفسیریں ان لوگوں سے اخذ کی جا رہی تھیں جو قرآن کریم سے آشنا نہیں تھے۔ اسلامی اخلاق کے بجائے جاہلیت کی پرانی رسوموں کو زندہ کیا جا رہا تھا۔ اہل بیت علیہم السلام کو نہ صرف خانہ نشین کر دیا گیا تھا بلکہ اس قدر لوگوں کی نظروں میں ان کی عظمت و منزلت کو گردایا گیا تھا کہ شام سے سفر کرتے ہوئے لوگ مدینہ آتے تھے اور ان کو نازیبا کلمات سے یاد کرتے تھے۔ یہ حاکم شام کی تبلیغ بالطلہ کا آہم کار تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اہل بیت علیہم السلام کی اسیری نے اس دور کے شیعوں کے تمثام حوصلے پرست کر دیئے تھے۔ آپ خود سوچیں جس زمانہ میں جوانانِ جنت کے سردار کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ کھلے عام بے دردی سے قتل کر دیا جائے

سید سجاد، زین العابدین حضرت عسکر بن حمیم علیہ السلام نے اپنے دور امامت میں کس قدر عظیم کارنامہ انجام دیا اس کا اندازہ لگانا نہایت مشکل اور دشوار ہے۔ ان خدمتوں کے سمندروں سے صرف بقدر قطرہ شبنم بلکہ اس سے بھی کم لیکن ایک جائزہ مقصود ہے اس کے لئے اس وقت کے حالات کو جان لینا ضروری ہے۔

حضرت رسول خدا علیہ السلام نے ۲۳ بر س کی رسالتی زندگی میں قدم قدم پر اہل بیت علیہم السلام کا تعارف کرایا۔ خدا رسول کی بارگاہ میں ان کی عظمتوں، منزلتوں اور قربوں کا ذکر کیا۔ میدان قیامت میں ان کی شان و شوکت کا تذکرہ کیا۔ جنت کی سرداری، شفاعت بزری کی طرف بارہا لوگوں کو متوجہ کیا، مسجد النبوی کے منبر سے ان کا سلسلہ وار تذکرہ فرماتے رہے۔ نقل حدیث پر تسامتر پابندیوں اور سینسچریپ (censorship) کے باوجود فریقین کی تباہیں اس طرح کی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں۔ فضائل و مناقب اہل بیت علیہم السلام کی حدیثیں کسی بھی صورت میں تفسیر قرآن، احکام اور اخلاقی حدیثوں سے کم نہیں ہیں۔ یہ ساری حدیثیں حضرت رسول خدا علیہ السلام کے زمانے سے آج تک علماء اور محدثین بیان کرتے چلے آتے ہیں اور ذکر کر رہے ہیں۔

سوال یہ ہے اس قدر حدیثوں اور آیتوں کے باوجود صحابہ، تابعین اور تابعین کی موجودگی میں ان کے ہاتھوں، ان کے ذریعہ کر بلکے کھلے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اعزاء و اصحاب کے ساتھ شہید کر دیئے گئے لوگ صرف آپ کے قتل پر شرمندہ نہیں تھے بلکہ ان کے قتل پر حاکم وقت یہی سے

میں رسم بستہ کھلے سرد یکجا ہو، وہ روحی طور پر کس قدر شکستہ اور دل آزردہ ہو گا اس کے نفیات کس قدر مجرور ہوں گے! مگر امامت اور ولایت اللہیہ کا کمال یہی ہے کہ ان حالات میں وہ کارنامہ انجام دیا جس کی بناء پر آج تک دین مقدس اسلام باقی اور زندہ ہے۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک ساتھ کئی محاذ پر جہاد کرنا تھا:

- ۱) حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی قربانی اور اس کے عالی ترین مقصد کو زندہ رکھنا یعنی اس دین کی حفاظت جو میدانِ غدیر میں اعلان ولایت سے کامل ہوا تھا۔
- ۲) کربلا اور اس کے بعد جو مظالم ڈھائے گئے ان کو باقی رکھنا۔ یہ کام آسان نہیں تھا کیونکہ مظالم کا بیان براہ راست حکومت کو بے نقاب کرنا تھا۔
- ۳) دل شکستہ، پژمردہ، منتشر، پر اگنده، ٹوٹے، بے حوصلہ شیعوں کی حفاظت، ان کو زندگی کا حوصلہ دینا، اس ماحول میں ان کی دینی و اخلاقی تربیت۔
- ۴) غلات کا مقابلہ۔
- ۵) سب سے اہم امامت کی حفاظت، دینی تعلیمات میں قرآن و رسول کی نظر میں اس کی اہمیت خاص کر اس دور میں جہاں امام وقت جبت خدا کو کھلے عام بے دردی سے شہید کر دیا گیا ہو وہاں امامت کی منزلت کو اجاگر کرنا، اس کو زندہ رکھنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔
- ۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ کے لئے ایسے شاگرد تیار کرنا جو اس فرصت سے پورا پورا استفادہ کر سکیں۔

اس وقت ان کے چاہئے والوں کی جان کی کیا قیمت! کچھ لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد قیام کرنے کی کوشش کی مگر کوئی بہت بڑی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اس طرح کی تحریکیں کچھ دنوں کے بعد ختم ہو گئیں جس سے باقیہ شیعوں کے رہے ہے حوصلہ بھی ختم ہو گئے۔ ان حالات میں عقیدہ امامت، عظمت اہل بیت علیہم السلام اور شیعیت کو باقی رکھنا کس قدر دشوار کام تھا۔ اگر کسی عقیدہ اور صاحبان عقیدہ پر اس کا دسوال حصہ بھی فلم ہوا ہوتا تو اس کا نام و نشان مٹ جاتا۔

حضرت امام سید سجاد علیہ السلام کو نہ صرف امامت و شیعیت کو باقی رکھنا تھا بلکہ واقعات کر بلکہ بھی ان کی خصوصیات کے ساتھ زندہ رکھنا تھا یہ کام اس لئے دشوار تھا کہ سارے مورثین اور قسم حکومت کے ماتحت تھے حکومت وقت کے خلاف کوئی بات کرنا اپنی جان سے کھیلنا تھا۔

حضرت سید سجاد علیہ السلام کے سامنے کئی مسائل تھے۔ ایک طرف یزیدی کی ظالمانہ حکومت، اس کے بعد بنی امیہ کی حکومت کا سلسلہ تو دوسری طرف عبد اللہ بن زبیر کا فتنہ جس نے چند دن کے اقتدار میں نمازِ جمعہ کے خطبہ میں صلوات پڑھنا بند کر دی تھی۔ محمد حنفیہ اور ابن عباس کو چاہ ز مزم میں قید کر دیا تھا۔ جس کی اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی جنگ جمل کا سبب ہوئی تھی۔ تیسرا طرف وہ لوگ تھے جو غلو کاشکار تھے۔

ان حالات میں بے پناہ رنج و الہانے والا، اپنے سامنے اپنے عذیز ترین افراد کے بے سرو بے نہن پارہ پارہ لاشے دیکھنے والا، جس نے طوق و سلاسل میں گرفتار ہو کر اپنی ماں بہنوں کھو پھیلوں کو یزید و ابن زید جیسے ظالم و نجس و خبیث کے درباروں

کے کھانے کا انتظام کرتے تاکہ گریہ کا سلسلہ جاری رہے اور واقعاتِ کربلا و شام مسلسل بیان ہوتے رہیں۔ جب عورتیں گریہ کرتیں تھیں تو صرف آنسو نہیں بہاتی تھیں بلکہ مصائب بیان کرتی تھیں۔ اس طرح واقعاتِ کربلا لوگوں تک پہنچتے رہے۔

اس کے علاوہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مصائب اہل بیت علیہم السلام پر آنسو بہانے کے ثواب کا ذکر فرمایا۔ روایتیں بیان کیں لوگوں کا ان سے متاثر ہونا لازمی و ضروری تھا۔ امام علیہ السلام نے وہ راستہ اختیار کیا جس کے سامنے حکومت وقت بے بس تھی۔ ایک گوشہ نشین نے حکومت وقت کو بے دست و پا کر دیا تھا۔ اسے کہتے ہیں امامت کی سیاست۔ جس مدینہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو نکلنا پڑا تھا اسی مدینہ میں عزاداری امام حسین کی ایسی بنیاد رکھی گئی کہ آج تک یہ سلسلہ جباری ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اس شان و انداز سے واقعاتِ کربلا بیان فرمائے کہ وہ حکومت اور وہ لوگ جو قتل امام حسین علیہ السلام پر فخر کر رہے تھے اور انعامات کی تمنار کھتے تھے وہی آج اپنا دامن بچا رہے تھے اور ایک دوسرے کو ذمہ دار قرار دے رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ مذکورہ بالادبی ہوئی تحریکیں پھر سے ابھرنے پر سرراہ آرہی ہیں۔

(۲) جب یہ احساس ہو گیا کہ ان حالات میں لوگوں سے عوامی رابطہ ممکن نہیں ہے یا حالات کا تقاضا نہیں ہے تب امام زین العابدین علیہ السلام نے خطاب کا انداز بدلتا۔ اس علیہ السلام نے اسلامی تعلیمات کو دعاوں کا پیرا ہن عطا کیا۔ حمد خدا اور حضرت رسول خدا علیہ السلام پر صلوٰات بخش کر تو حید

یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہے ان تمام باتوں کے لئے عوام سے رابطہ ضروری تھا جب کہ ان حالات میں عوام سے رابطہ نہایت دشوار تھا۔ ہر طرف اور ہر وقت حکومت کے جاؤں گھوما کرتے تھے۔ حالات سے شکست کھالینا اور سمجھوتا کر لینا امامت الہیہ کا شیوه نہیں ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے وہ راستہ اختیار فرمایا جس پر پابندی کا کوئی امکان نہ تھا اور جس کی تاثیر بے پنا تھی۔

(۱) آپ نے مقصد امام حسین علیہ السلام اور واقعاتِ کربلا کے لئے زبان کے بجائے آنسوؤں کو توجہ بنا لیا۔ ظاہر ہے کوئی بھی ظالم مظلوم کے گریہ پر پابندی عائد نہیں کر سکتا ہے۔ مظلوم کا گریہ خود ایک اثر کھتا ہے وہ بھی امام معصوم کا گریہ۔ گریہ نے اپنا اثر دکھایا، لوگ امام علیہ السلام سے گریہ کا سبب دریافت فرماتے آپ جواب میں واقعاتِ کربلا بیان فرماتے تھے وہ بھی چشم دید واقعات لوگ جب سبر کی باتیں کرتے امام علیہ السلام فرماتے ”جناب یعقوب علیہ السلام کا ایک فرزند صرف نظر وہ سے او جمل ہو گیا تھا اس قدر روئے کہ آئندھیں سفید ہو گئیں۔ میرے تو اٹھارہ جوان شہید کر دیئے گئے۔“ جب لوگ شہادت کی میراث کی بات کرتے تو فرماتے ”شہادت میراث ہے مگر شام کے دربار میں جانا کیا یہ بھی میراث ہے؟“ اس قدر گریہ فرماتے ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ کسی میں جرأت نہ تھی کہ ان واقعات کی تردید کر سکتا۔ اس کے علاوہ امام زین العابدین علیہ السلام نے مجلسیں قائم کیں جہاں عورتیں باقاعدہ شہدا سے کربلا پر گریہ کرتیں اور امام ان

اور دیرینہ خلافت کی روشن سے عامہ کا ایک بڑا حصہ اسلام کی تہذیب سمجھ کر اس پر عامل تھاویں اب ذہن پلٹ رہے تھے اور ان گروہوں میں، جو کثرت کے مقابلہ میں قلیل تھے، اصلاح اسلام کی جتوں مہمیز ہو رہی تھی۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو تحریر امامت و ہدایت سے منتفیض ہو رہے تھے اور کچھ انجاز امامت سے متأثر ہو کر تجہاز کر رہے تھے۔

یہاں تک کہ عقیدت میں اس طرح غوطہ زن ہوئے کہ روایات پیش نظر نہ رہیں اور عقیدت جب عقل اور روایات سے جدا ہو جاتی ہے تو غلو کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کچھ لوگ اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں غلو کا شکار ہوتے ہیں۔ ائمہ معصومین علیہم السلام نے ان لوگوں کی سختی سے تردید کی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے اہل عراق سے فرمایا

أَحِبُّوْنَا حُبَّ الْإِسْلَامِ وَلَا تَرْفَعُونَا فَوْقَ حَلِّنَا

دیکھو ہم سے اسلام کی حدود میں محبت کرو ہد سے آگے مت بڑھاؤ۔

ایک دوسری جگہ اسی طرح فرمایا:

أَحِبُّوْنَا حُبَّ الْإِسْلَامِ وَلَا تُحِبُّونَا حُبَّ الْأَصْنَامِ

ہم سے اسلام کی خاطر محبت کرو اس طرح محبت مت کرو جس طرح لوگ بتوں سے محبت کرتے ہیں۔

ابو خالد کابلی سے فرمایا:

إِنَّ قَوْمًا مِنْ شِيَعَتِنَا سَيِّحُبُّونَا حَتَّى يَقُولُوا فِينَا مَا قَالَتِ الْيَهُودُ فِي عَزَّيْرٍ وَمَا

اور نبوت کے اعلیٰ مطالب بیان فرمائے۔ ایک طرف صحیح توحید اور نبوت کا بیان تھا تو دوسری طرف ان تمام نظریات کی اصلاح یا تردید تھی جو راہ راست سے منحرف ہو چکے تھے۔ آپ ایک مرتبہ صحیفہ سجادیہ کی دعاوں کا بغور مطالعہ تو کریں کہ کس قدر عظیم اور نایاب مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ صرف صحیفہ سجادیہ میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی دعائیں ہیں جو اسی نام کی دوسری جامع کتابوں میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے حکومت تقریر پر پابندی لگ سکتی ہے دعاوں پر نہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے بلاوں کے دور کرنے اور مصائب پر صبر کی دعائیں تعلیم دیں مثلاً دعا نمبر ۲۳ را ان لوگوں سے متعلق ہے جو رسول خدا علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ دعا نمبر ۷ رب جب کوئی بلااء نازل ہو۔ دعا نمبر ۸ سختیوں میں پناہ حاصل کرنے کے لئے۔ دعا نمبر ۱۱ ارجام بخیر ہونے کے لئے۔ دعا نمبر ۲۳، دشمنوں کے شر سے محفوظ پریشانیوں میں۔ دعا نمبر ۲۱، دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے۔ اس طرح کی دعائیں نہ صرف خداوند قدوس کی بارگاہ میں مناجات میں بلکہ دل ٹکستہ پڑھنے کے لئے تسلیم اور تقویت کا سبب ہیں۔ اگر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں کی تربیت کا یہ طریقہ نہ اختیار کیا ہوتا تو ان کی دوبارہ زندگی کا کوئی سوال نہیں تھا۔

(۳) امام سجاد علیہ السلام کا وجود مقدس شہر مدینہ میں جہاں شام سے

زیر، جو ظاہر مسلمانوں میں صحابہ کے فرزند ہونے کی بنا پر ایک چیزیت رکھتے تھے وہ اپنی الگ ایک دنیا بنائے ہوئے تھے۔ یہ ایک کوشش تھی اہل بیت علیہم السلام کو اسلامی منظر نامہ سے دور کرنے کی اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کہ دین اسلام میں امامت کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ جو کچھ اہمیت ہے بس خلافت کی ہے اور بس وہی خلیفہ ہے جس کو امت خلیفہ تسلیم کر لیں۔ اس نظریہ کو حکومت وقت کی باقاعدہ تائید حاصل تھی اور وہ لوگ بھی حکومت کے موردنظر تھے جو اس طرح کے نظریہ کی تائید کرتے تھے اور ملی طور پر ساتھ رہتے تھے۔ اعلانِ غدیر کے بعد اسلامی سماج میں اس طرح کے نظریہ کا پروان چڑھنا اس بات کی دلیل تھی کہ اہل بیت علیہم السلام اور امامت کے خلاف کس طرح منظم طور پر کام کیا گیا تھا۔ بُوت کے عقیدہ کو برقرار رکھتے ہوئے تعلیمات اور تاکیدات بُوت کو پوری طرح بھلا دیا گیا تھا اور بھلا دینے والے ہی محترم سمجھے جاتے تھے۔ امامت اور رہبری کا سب سے بڑا اظہر یہ ہے کہ وہ ایسا نباض ہوتا ہے کہ یہماری کو خوب سمجھتا ہے اور اس کی ضلالت کے طور و طریقہ سے خوب واقف ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں امام علیہم السلام نے سب سے پہلے عقیدہ کی صحت جو مسلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دیا تھا اسے دعاوں کے ذریعہ استعمال کیا تاکہ خدا، رسول اور امام پر عقائد کی تجدید ہو سکے۔

دعا انسانی زندگی میں اور خاص کر اسلامی تعلیمات میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے۔ دعا معرفت الہی کا ذریعہ ہے۔ دعا احساس بلندی اور بندگی کا ذریعہ ہے۔ یعنی خدا وہ ہے جو خالق بلند

قَالَتِ النَّصَارَىٰ فِيْ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ
فَلَاهُمْ مِنَا وَلَا نَحْنُ مِنْهُمْ.

ہمارے شیعوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہمارے بارے میں وہی کہتے ہیں جو یہودی جناب عزیز علیہم السلام کے بارے میں کہتے ہیں اور جو عیسائی جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کہتے ہیں، نہ وہ ہم سے ہیں اور نہ ہم ان سے ہیں۔

(بخار الانوار، ج ۲۵، بی ۲۸۸، ح ۲۳)

یہودی جناب عزیز علیہم السلام کو اور عیسائی جناب عیسیٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ ان کو عبادیت کی منزل سے نکال کر الہیت کی منزل میں قرار دیتے تھے، ان کو خدا سے ملا دیتے تھے، بندہ کو خدا بنا دیتے تھے۔ امام علیہم السلام نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ اس طرح کے لوگوں کا ہم سے کوئی سروکا نہیں ہے۔ امامت کا مزاج بے جا تعریف سننا نہیں ہے۔ اور لوگ اسی کو محبت و عقیدت قرار دیتے ہیں جب کہ امام علیہم السلام اس طرح کے لوگوں سے پوری طرح بیزاری کا اعلان فرمائے ہیں۔

(۲) اس وقت سب سے اہم مسئلہ اہل بیت علیہم السلام کی عظمت کو اجاگر کرنا اور دین مقدس اسلام میں امامت کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔ واقعہ کربلا میں ایک مختصر سی جماعت تھی جو حضرت امام حسین علیہم السلام کے ساتھ تھی۔ اکثریت ان لوگوں کی تھی جو مخالف سمت میں کھڑے ہوئے تھے۔ جو لوگ کسی بناء پر امام حسین علیہم السلام کے سامنے میدان جنگ میں نہیں تھے وہ بھی ساتھ نہیں تھے۔ عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن

یہ صحیفہ سجادیہ کی ۲۳ ویں دعا ہے۔ اس دعائیں سب سے پہلے بہترین انداز میں خداوند عالم کی مدح و ثناء ہے یعنی توحید کے نہایت بلند درجہ مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ توحید تمام عقائد کی بنیاد ہے لہذا اپڑی وضاحت سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مختلف انداز سے خداوند عالم کی قدرت، حکمت، خلقت، رحمت و کرم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ عقل انسانی کسی بھی صورت میں توحید کی کہنے تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔

توحید کے بعد اسی طرح بیوت کا ذکر فرمایا ہے:

رَبِّ صَلٰلِ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ الْمُنْتَجِبِ
الْمُصْطَفَى الْمُكَرَّمُ الْمُقَرَّبُ

”خدا یا محمد و آل محمد علیہ السلام پر درود وسلام نازل فرماجن کو تو نے تمام مخلوقات میں منتخب کیا ہے جن لیا ہے جو تیری بارگاہ میں نہایت باعتزت اور مقرب ہیں ان پر بہترین درود، برکتیں، رحمتیں..... نازل فرمما“

مختلف انداز سے صلوٹ بھیجی ہے۔ یہ مختلف انداز سے صلوٹ بھیجنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں بیوت کا درجہ کس قدر بلند ہے اور نبی اکرم ﷺ کے تعلق سے ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ اس صلوٹ کا ایک ایک جملہ معرفت بیوت کا ایک باب ہے۔

توحید اور بیوت کے بعد امامت کا ذکر فرمایا ہے۔ بیوت کے فرآب بعد بلا فصل امامت کا تذکرہ، امامت کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے۔ فرماتے ہیں:

رَبِّ صَلٰلِ عَلٰى أَطَابِ أَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِينَ
أَخْتَرْتُهُمْ لِأَمْرِكِ

وبرتر ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے اور انسان مخلوق ہے، محتج ہے۔ دعا خدا کی عدالت پر یقین کا سبب ہے۔ جزا انسان کو خیر کی طرف مائل کرتی ہے اور سزا شر کا نتیجہ ہے۔ دعا متنبہ کرتی ہے کہ دنیا مزروع آخرت ہے۔ ایک طویل زمانہ سے لوگ اسے فراموش کر بیٹھے تھے جس کو امام سجاد علیہ السلام نے زندگی بخشی۔

امام علیہ السلام نے دعاؤں میں قدم قدم پر آل محمد علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے اور ان پر درود وسلام و صلوٹ بھیجا ہے۔ یہ تذکرہ اس حقیقت کی ترجیحی کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں اہل بیت علیہ السلام کو کیا عظمت و منزلت حاصل ہے۔ اس طرح کا تذکرہ ان تمام لوگوں کے لئے درس تھا جو اہل بیت علیہ السلام کی منزلت کم کر رہے تھے۔ دیکھو اہل بیت علیہ السلام وہ لوگ ہیں جن کا ذکر خداوند عالم سے مناجاتوں میں ہیں۔ جن لوگوں کا تذکرہ دعاؤں میں ہو جن پر برابر درود وسلام بھیجا جا رہا ہو کیا وہ اس لائق ہیں کہ ان کو ستایا جائے؟ اور ان پر تکلم ڈھایا جائے؟ تمہارے ظلم کرنے اور قید کرنے سے اہل بیت علیہ السلام کی عظمت و منزلت کم نہیں ہوتی۔

ان دعاؤں میں نہ صرف اہل بیت علیہ السلام پر درود وسلام کا تذکرہ ہے بلکہ جگ کے موقع پر جہاں دنیا کہ ہر گوشہ سے مسلمان جمع ہوتے ہیں، عرفات کے دن جو دعاؤں اور مغفرت کا دن ہے جہاں حاجیوں کے ساتھ ساتھ حکومت کے جاسوس اور کارندے بھی بڑی تعداد میں موجود رہتے ہیں، اس حساص موقع پر امام زین العابدین علیہ السلام نے دعائے عرفہ میں باقاعدہ، امامت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہاں اس دعا کے چند اقتباس نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور اختصار کے پیش نظر صرف ترجیح پر اتفاق کرتے ہیں۔

ان سے آگے نہ بڑھے اور نہ ہی پچھے رہے۔ جو اس کی پناہ میں آتا ہے وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، یہ مومنین کی پناہ گاہ ہیں، تمسک کرنے والوں کے لئے مضبوط رتی ہیں۔“

صلوات کے ذریعے جہاں خدا کی بارگاہ میں نزولِ رحمت کی درخواست ہے وہاں امام کے فضائل و کمال کا بھی ذکر ہے۔ ہر انصاف پسند اتنا ضرور غور کرے گا وہ کون ہے جس پر اس طرح درود وسلام بھیجا جا رہا ہے۔ اگر اہل بیت علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور ہو تو دنیا پیش کرے۔ جس امام و امامت کو لوگوں نے پوری طرح نظر انداز کر دیا تھا امام زین العابدین علیہ السلام میدانِ عرفات میں اسی امامت کو مستحکم کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کروارہے ہیں امامت سے کنارہ کشی اختیار کر کے لتنابر ا نقسان اٹھایا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام ان لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہیں جو امامت کے راستے پر ثابت قدم ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أُولَئِيْهِمُ الْمُعْتَدِفِينَ يَمْقَاتِهِمُ الْمُتَّبِعِينَ مَنْهَجْهُمْ

”معبودا ان کے دوستوں پر، ان کے چاہنے والوں پر، ان کی محبت و ولایت کا دم بھرنے والوں پر درود وسلام نازل فرما۔ جوان کی منزلت و عملت و مقام کا اعتراض کرتے ہیں، ان کے نقش قدم پر قدم رکھتے ہیں، ان کے نشان راہ پر گامزن ہیں، ان کی دوستی و ولایت سے متمسک، ان کی امامت و رہبری سے وابستہ، ان کی امامت کے پیرو، ان کے احکام کے فرمانبردار، ان کی اطاعت میں سرگرم، ان کے زمانہ

”پور دگاران کے اہل بیت الطہار علیہم السلام پر رحمت نازل فرمائیں تو نے اپنی حکومت و ولایت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اپنے علم کا خوبیہ دار اور اپنے دین کا محافظ اور زمین میں اپنا خلیفہ، جانشین اور بندوں پر اپنی جنت قرار دیا ہے اور ارادۂ تکوینی سے ہر قسم کی نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھا۔ جنہیں اپنی بارگاہ قدس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جنت تک آنے کا راستہ قرار دیا ہے۔“
اس کے بعد مختلف انداز سے درود وسلام کا تذکرہ ہے۔ اب اس کے بعد اس حقیقت کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں کہ امامت ایک تسلیم ہے ہدایت کا۔ یہ سلسلہ ہر دور میں جاری و ساری ہے۔ فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ آيَّدْتَ دِيْنَكَ فِي كُلِّ أَوَانٍ يَأْمَاهِ أَقْمَنَةَ عَلَمًا لِعِبَادِكَ

”بار الہا تو نے ہر زمانہ میں ایک ایسے امام کے ذریعے اپنے دین کی تائید فرمائی ہے جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے نشان راہ قرار دیا ہے اور شہروں میں منار ہدایت بنایا کرتا ہے جس کی اطاعت و فرمانبرداری سے وابستہ کیا، جس کو تو نے اپنی رضاو خوشنودی کا ذریعہ قرار دیا اور جس کی اطاعت کو لازم و ضروری قرار دیا، اور جس کی نافرمانی و مخالفت سے منع کیا، جس کا کہنا مانے نہ کا حکم دیا اور وہ جن باقوں سے منع کر رہا ہے ان سے دور رہنے کا حکم دیا۔ دیکھو کوئی

عادات کے بہترین مبلغین قرار پائے اس کے علاوہ اصحاب و طالبان علوم کی تربیت کی۔ جب امام علیہ السلام حکم کے لئے تشریف لے جاتے تھے ایک ہزار افراد آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ امام علیہ السلام نے اس طرح ان لوگوں میں طلب علم کا جذبہ بیدار کیا اور اس قدر ان علوم الہیہ سے تشنہ کیا کہ جب امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام نے درس دینا شروع کیا تو مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ ملتا ہے اس زمانہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے درس میں چار ہزار افراد شرکت کرتے تھے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ان حالات میں امامت و ولایت الہیہ کو زندہ کیا اور حفاظت کی، اہمیت کو واضح کیا، غیری اسلام کو بچایا، شیعیت اور شیعوں کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس مختصر مضمون کو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پر درود وسلام کے ذریعہ ختم کرتے ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ سَيِّدِ
الْعَابِدِينَ الَّذِي أَسْتَخْلَصْتَهُ لِنَفْسِكَ وَ
جَعَلْتَ مِنْهُ أَكْمَانَ الْهُدَى الَّذِينَ يَهُدُونَ
إِلَى الْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ الَّذِي احْتَرَتْهُ لِنَفْسِكَ
وَ ظَهَرَتْهُ مِنَ الرِّجُسِ وَ اضْطَفَيْتَهُ وَ
جَعَلْتَهُ هَادِيًّا مَهْدِيًّا اللَّهُمَّ فَصَلِّ عَلَيْهِ
أَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ ذُرِّيَّةِ
أَنْبِيَاكَ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِ مَا تُقْرِبُهُ عَيْنَهُ فِي
الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ إِنَّكَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(مفاتیح الجان/صلوات بر جمیع علماء علیہم السلام)

اقتدار کے متظر، ان کے لئے چشم براہ ہیں۔“

ایسی رحمت جو بارکت، پاکیزہ، بڑھنے والی اور صحیح و شام نازل ہونے والی ہو، ان پر، ان کی پاکیزہ روحوں پر سلامتی نازل فرما، ان کی توبہ قبول فرمائیں تو توبہ قبول کرنے والا، حسم کرنے والا، سب سے زیادہ اور سب سے بہتر معاف کرنے والا ہے۔ ہمیں اپنی رحمت کے ویلے سے دارالسلام (جنت) میں ان کا ہم نشین قرار دے یا آر حَمَّ الرَّحِيمَینَ۔

آج کے حالات میں اس دعا کی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جس زمانہ میں لوگ خلافت کو دوسروں کا حق قرار دیتے ہوں، عوام الناس دوسروں کی خلافت کے معتقد ہوں وہاں خلافت الہیہ اور امامت ربانیہ کا کھلے عام ذکر کرنا عظیم ترین جہاد ہے۔

(۵) امام زین العابدین علیہ السلام جانتے تھے آئندہ چند برسوں میں بنی امیہ اور بنی عباس میں اقتدار کی جنگ ہوگی۔

اس وقت میرے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کو غدیری اسلام اور واقعی دین کی تعلیمات بیان کرنے کا موقع ملے گا۔ علم کے لئے اتنا دیکی موجودگی کے ساتھ ساتھ با استعداد طالب علم بھی ضروری ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے دوران امامت یہ کارنامہ اس طرح انجام دیا کہ مخفی افسین امامت اس کی بوجی نہیں سونگھ سکے۔ اس کے لئے امام علیہ السلام نے ایک طرف غلاموں کو خریدا پچھمدت تک اپنے ساتھ رکھ کر ان کی تربیت کی اور ان کو آزاد کر دیا۔ یہ آزاد ہونے والے غلام اور کنیز امام کی امامت اور ان کے اخلاق و

مسئلہ برائت اور امام سجاد علیہ السلام کی امامت کا زمانہ

در میان سب سے بڑا مسئلہ تھا۔

(مقالات الاسلامیین ابو الحسن علی ابن اسماعیل اشعری، ج ۲۱؛ امبل و انگل، محمد ابن عبدالکریم شہرتانی، ج ۱، ج ۲۲)

تاریخ کی تابوں میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جب حضرت علی علیہ السلام نے اپنے غصب شدہ حق کی شکایت سے اور خدا کی بارگاہ میں قریش کے ظالم کا تذکرہ فرمایا ہے اس طرح کے واقعات واقعہ عاشورا سے پہلے بہت ہی آسانی سے احادیث اور تاریخی منابع سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر رجوع کریں یعنی البلاғہ خطبہ ۳ (خطبہ شفیقیہ)؛ علی الشراح الخیخ محمد ابن علی ابن الحسین الصدق، ج ۱، ص ۷۷؛ خطبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف، بلاغات النساء کتاب الاحجاج، احمد ابن علی الطبری، ج ۲، ص ۲۸۷؛ شرح نجح البلاغہ، ابن ابی الحدید المعترضی، ج ۳، ص ۱۱۵؛ تاریخ الامم والملوک جو تاریخ طبری کے نام سے مشہور ہے محمد ابن جابر الطبری، ج ۲، ص ۳۴۳؛ قرب الاسناد عبد اللہ ابن جعفر الحمیری، ص ۶۰؛ الحدایۃ الحبری، حسین ابن حمدان خصیبی، ص ۲۵)۔ اس مذکورہ اختلاف اور مختلفین کے عناد کی کچھ تفسیر موجود ہے۔ چنانچہ حق جویاں کی توجہ اس طرف مبذول کرنا مقصود ہے۔

واقعہ عاشورا کے بعد اور امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے آغاز کے بعد برائت کا سلسلہ آنحضرت علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی سیرت میں جاری رہا۔ لیکن اس دور اور پہلے دور (یعنی عاشورا سے پہلے کا دور) میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ پہلے دور

برائت یا تبریز برعے مشتق ہے۔ اہل لغت کے نزدیک اس کے معنی ہیں انسان کا اس چیز سے دوری یا مفارقت اختیار کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ لے سوہ توہہ میں مشکوں سے برائت اور سوہہ یونس میں بعض اعمال سے برائت اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

(سوہہ توہہ، آیہ ۱-۳؛ سوہہ یونس، آیہ ۲۳)

کچھ مفسرین کا نظریہ یہ ہے کہ مشکوں سے تبریز کا مفہوم یہ ہے کہ ہر طرح کے رابطہ اور اٹھارہ محبت کو منقطع کرنا۔

(اطیب البیان، عبد الحسین طیب، ج ۶، ص ۲۷؛ تفسیر القرآن العظیم، اسماعیل بن کثیر، ج ۲، ص ۹۰)

عقیدہ توحید کا تقاضا غیر توحیدی نظریات سے دوری و برائت عقیدہ ختم نبوت کا تقاضا ان لوگوں سے بیزاری کا اعلان جو ناجی نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ عقیدہ امامت و ولایت کا تقاضا ان لوگوں سے دوری و برائت ہے جو خدا کی طرف سے اس عظیم منصب پر فائز نہیں کئے گئے ہیں۔ شیعہ جو نکہ دلائل کی بنیاد پر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کو رسول خدا علیہ السلام کا بلا فعل جانشین تسلیم کرتے ہیں اس کا فطری تقاضا ان لوگوں سے دوری ہے جنہوں نے اس غلافت الہبیہ کو عملی ہونے نہیں دیا۔ یہ اختلاف ایک فطری اور دینی اختلاف ہے۔ کیوں کہ اس کا بسط براہ راست مسئلہ امامت سے ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمانوں کے لے المفردات، راغب اصفہانی، ج ۱۲۱؛ العین، غیلیل ابن احمد فراہیدی، ج ۸، ج ۲۸۹؛ الصحاح فی اللغو، اسماعیل ابن حماد جوہری، ج ۱، ص ۳۶؛ لسان العرب، محمد ابن مکرہ بن منظور، ج ۱، ص ۳۲

جیسے کوفہ) پر ایک خاص اثر ڈالا۔ اب شیعہ تقریبوں میں اعلانیہ برائت کا سلسلہ جاری ہوا۔

مضمون کو آگے بڑھانے سے پہلے ایک بات بتانا نہایت ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ یہ موضوع وسیع اور پچھلا ہوا ہے جس کے لئے ایک مکمل کتاب، وہ بھی اگر کسی جلدی میں، درکار ہے۔ چونکہ اس رسالہ کے دامن میں گنجائش نہیں ہے لہذا ہم یہاں صرف اشاروں پر اکتفا کریں گے۔ جو حضرات مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں انکو چاہئے کہ مذکور مدارک اور حوالاجات کی طرف رجوع کریں۔

ہم اس مضمون کو چار حصوں میں تقسیم کریں گے:

- (۱) فروع برائت میں واقعہ عاشورا کا کردار
- (۲) کوفہ اور مسئلہ برائت واقعہ عاشورا کے بعد
- (۳) غصب حق اہل بیت علیہ السلام برائت کا ہم ترین عامل
- (۴) امام حسین علیہ السلام اور مسئلہ برائت

(۱) فروع برائت میں واقعہ عاشورا کا کردار

تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا کا حاتماً ترین اور مہم ترین معیار رہا ہے اہل بیت علیہ السلام اور انکے شیعوں کا تقابل انکے دشمن اور مخالفین کے ساتھ کرنے میں۔ اس تقابل میں اہل بیت علیہ السلام اور انکے شیعوں کی روشن مخالفین اور حاکموں کی روشن سے بالکل مختلف اور جدا تھی۔ بلکہ کچھ ارباب تاریخ کی رائے تو یہ ہے کہ شیعوں نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ہی یہ شخص پایا جاتا ہے

(اصلہ بین التصووف والتشیع، کامل مصطفیٰ شیبی، ج ۱، ص ۷۲؛ تشبیح دار میر تاریخ، حسین محمد جعفری، ص ۲۵۰)

میں برائت یا اعتقادی اور اجتماعی معركہ آرائی معاشرہ میں انفرادی طور پر دیکھی جاسکتی تھی اُنکہ اجتماعی شکل و صورت میں۔

دوسرے لفظوں میں یہ فکر مسلمانوں کے درمیان یہاں تک کہ عام شیعوں کے درمیان بھی پوری طرح راجح نہیں تھی۔ امیر المؤمنین علیہ السلام اور حضرت صدیقہ طیساہ سلام اللہ علیہا کی تمام کوششوں کے باوجود لوگوں نے اہل بیت عترت علیہ السلام کا دامن چھوڑ دیا۔ نتیجتاً یاور ان کی قیامت کی بنا پر اور رسول اللہ علیہ السلام کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے امیر المؤمنین علیہ السلام نے سکوت اور صبر کو ہر کام پر ترجیح دی۔ (نوح البلافة، خطبات ۲۱ اور ۲۳؛ اس کے علاوہ اس موضوع پر کئی مدارک موجود ہیں۔ تفصیلات کے لئے رجوع فرمائے کتاب پیمان و پائیداری، ڈاکٹر عبدالعزیز مودی۔) پہلے اور دوسرا کی حکومت کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام اور انکے دونوں فرزندوں کی کوشش یہ رہی کہ سماج کے حالات کو مزید اعتقادی برائیوں سے روکیں اور بنی امیہ جواب برسر اقتدار آپکے تھے اور جنکی اسلام دشمنی (خصوصی طور پر ابوسفیان اور اسکی اولاد) ہر صاحب عقل و شعور کے لئے عیاں تھی، انکے برناموں کو کامیاب ہونے سے روکیں۔

(حیات فکری اور سیاسی امامان شیعہ، رسول جعفریان، ج ۲، ۶۶-۹۲) واقعہ عاشورا کے بعد اور دوسرا دور میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جو پہلے دور میں ناقابل تصور تھے اور نتیجتاً غاصبان حق امیر المؤمنین علیہ السلام کے خلاف اظہار برائت کو کتمان اور غاموشی کی چار دیواریوں سے نکال کر منظر عام پر آئے۔ عاشورا کے بعد یہ مادثات نے اپنا سایہ عمومی طور پر مسلم سماج میں اور خصوصی طور پر شیعہ معاشرے (اور اس میں بھی کچھ خاص علاقوں میں

اسے متحکم کریں۔ یہی وجہ تھی کہ یزید ملعون نے اپنے دربار میں امام سجاد علیہ السلام کو اس طرح خطاب کیا "خدا کا شکر ہے جسے تم لوگوں کو قتل کیا۔

(كتاب الاحتجاج، احمد ابن علی الطبری، ج ۲، ص ۳۱۰)

دوسرے لفظوں میں اسے اپنے غیظ کرتے توں کو خدا کی طرف منسوب کیا جو عقیدہ جبر ہے۔ اس طرح کی نسبت معاویہ اور خلیفہ دوم کی باتوں میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ لے

امام حسین علیہ السلام کے ان کاربیعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعوں نے اس بات کا علی الاعلان اظہار کیا کہ حکومت صرف اور صرف اہل بیت علیہم السلام کا حق ہے۔ اصحاب حسینی نے میدان کربلا میں رجسٹر پڑھتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ وہ دین علی پر میں۔ مثلاً حجاج بن مسروق جب لڑنے کے لئے نکلے تو اس طرح رجز پڑھا:

أَقْدَمُ حُسَيْنًا هَادِيًّا مَهْدِيًّا
فَالْيَوْمَ تَلَقَّى جَدَّكَ النَّبِيًّا
ثُمَّ أَبَاكَ ذَا النَّدَى عَلِيًّا
ذَاكَ الْنَّدِي نَعْرِفُهُ وَصِيًّا
میں پیش کرتا ہوں حسین علیہ السلام کو جو ہادی اور مہدی
میں آج کے دن آپ اپنے جد نبی سے ملاقات
کریں گے پھر آپ کے والد علی علیہ السلام جو صاحب عظمت
میں اور یہی علی علیہ السلام کو ہم (رسول کا) وہی جانتے ہیں

لے (تاریخ خلفاء رسول جعفریان، ص ۱۳، خلیفہ دوم سے یہ قول نقل ہے کہ "پیغمبر ﷺ کی خواہش کے برخلاف خدا نہیں چاہتا تھا کہ علی علیہ السلام خلافت پر فائز ہوں۔" شرح نجف البلاغہ ابن الحسین الدید المعتبری، ج ۱، ص ۷۸)

اس زمانے میں شیعوں کا یہ بنیادی عقیدہ تھا کہ سوائے اہل بیت اطہار علیہم السلام کوئی بھی حکومت اور خلافت کا حقدار نہیں تھا اور نہ ہے۔ اہل بیت علیہم السلام اور انکے شیعوں کے لئے یہ بات روز روشن کی طرح واضح تھی کہ بنی امیہ کی تقویت کا سلسلہ پہلی خلافت سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

(تاریخ خلفاء، رسول جعفریان، ص ۸۸)

خلیفہ دوم نے معاویہ ابن ابی سفیان کو کسرائے عرب کا لقب دیا (العقد الفريد ابن عبد ربہ، ج ۳، ص ۳۶۵)، اور اسے پورے شام پر مسلط کیا (تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۷۱۵) اور اسکی کارکردگیوں پر کمھی اعتراض نہیں کیا۔ (تاریخ الامم والملوک، محمد ابن جریر الطبری، ج ۶، ص ۱۸۲) خود معاویہ نے اس بات کا اعتراف کیا ہے:

"خدا کی قسم! میں نے جو بھی تسلط اور حکومت پائی ہے وہ صرف عمر سے میری قربت کی بنا پر ہے۔"

(مختصر تاریخ دمشق، محمد ابن مکرم ابن منظور، ج ۹، ص ۱۶۱)
معاویہ کی حکومت کے بعد اسلامی معاشرہ کی خلافت اور حکومت موروٹی ہو گئیں اور خاندان بنی امیہ ایک کے بعد دیگرے حکومت کی بآگ ڈور کو اپنے ہاتھوں میں لیتے رہے۔ لوگوں کی کھلی ہوئی ناراضگی کے باوجود معاویہ نے یزید کو لوگوں پر جبرا اور قہر ارسلط کیا۔

(الامامة والسياسة، ابن قتيبة دینوری، ج ۱، ص ۱۸۲ اور ۱۹۲)
واقعہ عاشورا سے جس رسوائی اور ذلت کا سامنا بنی امیہ کو کرنا پڑا انہوں نے اس ناقابل توجیہ واقعہ کی توجیہ کرنے کی کوشش کی تاکہ انہی حکومت جو اس واقعہ کی بنا پر نہایت کمزور ہو رہی تھی

میں اسی حال میں اپنے جلد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کروں گا جبکہ میری داڑھی میرے خون سے مخضوب ہے اور میں کہونگا: یا رسول اللہ! مجھے فلاں اور فلاں نے قتل کیا۔
(مقتل الحجین، موقن بن احمد خوارزمی، ج ۲، ص ۳۳)

لاریب، اس میں کوئی شک نہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا یہ قول اس بات کی طرف صراحت کے ساتھ دلالت کر رہا ہے کہ واقعہ کربلا کی جڑیں سقیفہ میں میں سقیفہ ہی کی بنا پر امت اسلامیہ خدا کے حقیقی راستے یعنی امامت و خلافت حفظ یا مذہب اہل بیت علیہ السلام سے محروم ہو گئیں۔ اس مضمون کی روایات مذہب امامیہ میں بحث سے پائی جاتی ہیں۔ نمونہ کے طور پر رجوع کریں کتاب الاحتجاج، احمد بن علی الطبری، ج ۲، ص ۲۸۵۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ واقعہ عاشورا میں اہل سقیفہ کے خلاف اظہار برائت کا ایک اہم گوشہ موجود ہے جس نے مستقبل کے لئے اسلامی معاشرہ کو باطل کے خلاف بالخصوص غاصبان حق امیر المؤمنین علیہ السلام کے خلاف زمین کو ہوا کیا۔ کچھ علاقوں میں جیسے کوفہ میں برائت کھلے عام ہونے لگی۔ مثلاً مختاری جب کوفہ پر حکومت کر رہے تھے، شیعوں نے اور مختار کے حامیوں نے برسر عام غاصبان حق علی علیہ السلام پر لعنت بھیجا تشویع کی یہاں تک کہ آل زیبر اور بنی امية کے حامیوں نے مختار سے شکایت کی کہ کیوں شیعہ ہمارے اسلاف سے اظہار بیزاری کر رہے ہیں۔

(تاریخ الامم والملوک، محمد بن جریر الطبری، ج ۳، ص ۱۸۵)
رفتہ رفتہ شیعہ اور علوی دوسرے گروہوں سے جدا ہو گئے اور مختار سے مل گئے۔ وہ گروہ مقابل آل زیبر اور بنی امية سے

(الفتوح، محدث ابن علی ابن عثیم، ج ۵، ص ۱۹۹)

بلال ابن نافع نے رجہ اس طرح پڑھا:

أَنَا الْغَلَامُ الْيَمَنِيُّ الْبَجِيلُ
دِينِي عَلَى دِينِ حُسَيْنٍ وَ عَلَى
مِنِي اور بِجَلِيلِ جَوَاهِرٍ هُوَ
مُسِيرًا دِينَ حُسَيْنٍ اور عَسْلِيَّ كَادِينَ هُوَ

(الفتوح، محدث ابن علی ابن عثیم، ج ۵، ص ۲۰۱)

امام حسین علیہ السلام کے جانبازوں کا مقابلہ یزیدی لشکر سے در اصل دو گروہ کے درمیان مقابلہ تھا: ایک وہ جو امامت اور خلافت امیر المؤمنین علیہ السلام کو شرعی اور حقیقی جانتا تھا اور دوسرا وہ گروہ جو امیر المؤمنین علیہ السلام کے دشمن تھے یا یہ گمان کرتے تھے کہ جنکو بھی خلافت اور حکومت مل جائے وہ حق پر ہے۔

اصحاب حسین علیہ السلام کا شعار یہ تھا: "أَنَا أَجْهَلِيُّ أَنَا عَلَى دِينِ عَلَيِّ" (میں جنگ جمل والا ہوں اور میں علی علیہ السلام کے دین پر ہوں)۔ اسکے مقابلے میں یزیدی لشکر کا انعرہ تھا
أَنَا عَلَى دِينِ عُثْمَانَ
مِنْ عُثْمَانَ كَمِ دِينَ پَرْهُوَلَ۔

(تاریخ الامم والملوک، محمد بن جریر الطبری، ج ۳، ص ۳۳۶)
یہاں تک کہ خوارزمی جو اہل تسنن کے معروف عالم ہیں اپنی کتاب میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے اپنی ریش مبارک کو اپنے ہو سے ترکیا اور فرمایا:

هَكَذَا أَكُونَ حَتَّى الْقَيْ جَدِّي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَنَّا هَخْضُوبِيدَمِي، وَ
أَقُولُ: يَارَسَوْلَ اللَّهِ، قَتَلَنِي فُلَانٌ وَفُلَانٌ

بھلا کہتا تھا۔

(المغنى في الصفاعة، محمد بن احمد الدجبي، ج ۲، ص ۵۳)

اعین کے خاندان کے اکثر افراد کو رفضی شمار کیا جاتا تھا۔

(تہذیب الکمال، یوسف ابن عبد الرحمن مزدی، ج ۱، ص ۲۸۳)

عدی بن ثابت جن کا شمار تابعین میں ہوتا تھا کوفہ کے

باشدہ تھے اور انہیں رفضی اور غایلی کا لقب دیا گیا تھا۔

(المغنى في الصفاعة، محمد بن احمد الدجبي، ج ۲، ص ۵۳)

یہ بات ذہن میں رہے کہ اس طرح کے القاب دینے

والے سب مخالفین کے مورثین تھے جنہیں شیعوں سے بعض تھا۔

ابوجزہ ثمالی جو امام سجاد علیہ السلام کے قریب ترین اصحاب میں شمار

کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں بھی اس طرح لکھتے ہیں کہ وہ

رفضی تھے

(تقریب التہذیب، ابن ہجر عسقلانی، ج ۱، ص ۱۳۶)

شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے چند ایک روایات

غاصبان حق اہل بیت علیہ السلام کی مذمت میں نقل کی ہیں۔

(بعایر الدر جات، محمد بن حسین صفار، ص ۲۹۰؛ تقسیر عیاشی، محمد ابن مسعود،

ج ۱، ص ۱۷۸، ح ۶۵)

دیگر اصحاب نے بھی یہ کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کریں کہ اہل بیت علیہ السلام کے مخالفین، دشمنوں اور منکروں کی روشن قرآن اور سنت کے خلاف تھی اور اس طریقہ سے انہوں نے مفہوم برانت کو عاشقان عترت کے درمیان پیش کیا۔ اب ان تغلب جنہوں نے امام سجاد، امام پاقر اور امام صادق علیہ السلام سے روایتیں نقل کی ہیں اور کوفہ کی مشہور شخصیتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے اے نے

تشکیل پایا۔ لہذا مختاری کی حکومت کے دوران بحث امامت

اہل بیت علیہ السلام کے علاوہ برائت کی بحث نے زور پکڑا۔

(تاریخ خلفاء، رسول جعفریان، ج ۲، ص ۵۹)

(۲) کوفہ اور مسئلہ برائت واقعہ عاشورا کے بعد

واقعہ عاشورا کے بعد شہر کوفہ شیعوں کا پایہ تخت ہو گیا تھا۔ کوفہ

کے شیعہ اس بنا پر رفضی کہلانے لگے کہ وہ رسول کی خلافت کو

تسلیم نہیں کرتے تھے فرض یعنی انکار کرنا۔ فان ایس جو سعف کا کہنا

ہے کہ رفضیت کا سرچشمہ شہر کوفہ ہی ہے۔

(کلام و جامعہ، ص ۳۰۹)

شہر کوفہ رفضیت کا مرکز بن گیا۔ امام سجاد علیہ السلام کے زمانہ

امامت اور اسکے بعد نامور شخصیتیں وہاں دیکھی گئیں اور دشمنوں اور

مخالفین کے باوجود دیر تحریک روز بروز زور پکڑتی گئیں اور شہر کوفہ

تشیع کا مرکز بن گیا۔

(الغارات، ابراہیم ابن محمد بن محدث، ج ۲، ص ۵۵۸)

تاریخ تشیع دارایران، ج ۱، ص ۱۰۶)

مثلاً ائمہ علیہ السلام کے بزرگ مرتبہ صحابی جابر بن زید مجعی کو فی

کے بارے میں لکھا گیا ہے

رَأَيْضِيٌّ يَشْتَمُّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ (صلی اللہ

علیہ وآلہ)

یعنی وہ رفضی جو اصحاب نبی ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا۔

(ضعفاء عقلي، محمد ابن عمرو عقلي، ج ۱، ص ۱۹۳)

یا لکھا ہے کہ وہ (جابر) رفضی اور غایلی تھے۔

(المعارف، ابن قتیبہ دینوری، ج ۱، ص ۲۸۰)

عمر بن شمر کو فی کے متعلق لکھا ہے ”وہ رفضی تھا جو صحابہ کو برا

اس سے پہلے آپ کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں کہ جو ظلم اور استبداد کے پھاڑ بندی امیہ نے آل رسول ﷺ پر توڑے وہ واقعہ عاشورا تک محدود نہیں تھے۔ انہیں اس بات کا شدید احساس تھا کہ نہ صرف خود اہل بیت ﷺ بلکہ انکے فضائل اور مناقب بندی امیہ کی حکومت کے لئے ایک بڑا خطرہ ہیں۔ لہذا انہوں نے لوگوں کو اس بات کی تشویل کی کہ امیر المؤمنین علیہ السلام اور آل رسول ﷺ کی مذمت کریں، انکے فضائل اور مناقب کو بیان نہ کریں بلکہ جو خلفاء گزرے ہیں ان کے فضائل بیان کریں۔ ۱۷ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اگر اہل بیت ﷺ کے مقام اور انکی منزلت کو مسلم معاشرہ میں اور مسلمانوں کی آنکھوں میں گردایا جائے تو انکی حکومت کو دوام حاصل ہو گا۔ لہذا انہوں نے کسی قسم کے ظلم اور استبداد سے درفعہ نہیں کیا۔ مروان ابن حکم (لعنۃ اللہ علیہ) نے امام سجاد علیہ السلام کے محضر میں اقرار کیا کہ اصحاب پیغمبر ﷺ میں کسی نے بھی ہمارے صاحب (عثمان) کی دفاع نہ کی جس طرح تمہارے صاحب (امیر المؤمنین علیہ السلام) نے کی۔ امام سجاد علیہ السلام نے بالغور سوال کیا کہ پھر کیوں تم لوگ (یعنی بندی امیہ) منبروں پر ان پر لعن و سب کرتے ہو؟ اس ملعون نے ممکن بے حیائی سے جواب دیا

إِنَّهُ لَا يَسْتَقِيمُ لَنَا إِلَّا مُرِّ إِلَّا بِذِلِّكَ
اسکے بغیر ہماری حکومت مستحکم ہو ہی نہیں سکتی۔

(شرح نجف البلانة، ابن ابی الحدید المعتزی، ج ۲۰، ص ۱۳)

بندی امیہ آل رسول ﷺ کے اصحاب کو مجبور کرتے تھے کہ وہ انکو بر الجلا کہیں اور اگر اصحاب انکار کرتے تھے، انہیں ناقابل بیان

۱۷ شرح نجف البلانة، ابن ابی الحدید المعتزی، ج ۲۰، ص ۵۶ و ۵۷

معروف خطبہ شیعیہ نقل کیا ہے۔ ۱۸ اس کے علاوہ انہوں نے عکمہ اور ابن عباس سے روایات نقل کی ہیں جسکا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام کا دشمن رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے۔ ۱۹ ہم جانتے ہیں کہ مشہور و معروف کتاب سلیم ابن قیس الھلائی جس میں غاصبان حق اہل بیت ﷺ کی مذمت میں صریح روایات موجود ہیں اسی زمانے میں کوفہ میں شهرت یافتہ ہوئی۔ عقیدہ رضی اس دور میں اتنا راجح تھا کہ کوفہ میں جو فرقہ یا گروہ حقیقی راضی نہیں بھی تھے انکا شمار راضیوں میں ہونے لگا۔ مثلاً ابو الحسن الشعیری نے اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں زیدیوں کا شمار راضیوں میں کیا ہے جب کہ زیدی برائت کے قائل بھی نہ تھے۔ ۲۰ اسکے علاوہ کیسانی مذہب کے افراد بالخصوص شعراً و حضرات جیسے کثیر عزہ جو کوفہ کا مشہور شاعر تھا اور کیسانی مذہب پالتا تھا، نے غاصبان حق علی علیہ السلام کے کھلے عام کتبی اشعار کہے ہیں۔

(العقد الفريد، ابن عبد الرہب، ج ۲، ص ۲۳۶)

مندرجہ بالامثال میں اس بات کی طرف گواہی دے رہی ہیں کہ واقعہ عاشورا کے بعد شہر کوفہ برائت کام کر کے بن گیا تھا۔ جبکہ عاشورا سے پہلے اس طرح کا جوش اور ولوہ اس موضوع کے متعلق کوفہ میں موجود نہیں تھا۔ نتیجتاً حکومت وقت کے خلاف بغاوتوں نے اپنا سراٹھانا شروع کر دیا۔ نہ صرف کوفہ میں بلکہ مدینہ متوسطہ اور دیگر شہروں میں بھی۔

(۳) غصب حق اہل بیت ﷺ برائت کا اہم ترین عامل

۱۸ معانی الاخبار، شیخ صدوق، ج ۳، ص ۳۶۱

۱۹ امامی شیخ صدوق، ج ۳، ص ۳۵۲

۲۰ ابو الحسن الشعیری، مقالات الاسلامیین، ج ۱، ص ۳۳

وَمِنْ أَلِّ مَرْوَانَ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ
”اے اللہ کے دوستو! تم جو کچھ سن رہے ہو، میں اس
سے اظہار برائت کرتے ہیں۔ خدا کی لعنت ہواں
شخص پر جو علی علیتیام کو سب و لعن کرے۔ ہم اظہار
برات کرتے ہیں آل مروان کے خلاف اور جسکی وہ
عبادت کرتے ہیں اللہ کے علاوہ۔

(الاخصاص، محمد بن یعقوب الکلبینی، ج ۲، ص ۳۸۰، ح ۱۶، باب فحچۃ السَّةَ اَهْلِ
الْمَعَاصِی)

امام سجاد علیتیام اور انکے اصحاب کا نہ صرف یہ عقیدہ تھا کہ بنی امییہ کی ظالم و جاہر حکومت کی بنیاد غصب حق خلافت تھی بلکہ وہ اس عقیدہ کو عوام تک پہونچانے میں ڈرتے نہیں تھے چاہے اس راہ میں انکی جانب چلی جائیں۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ تیجی بن ام الطویل کو اسی اظہار برائت کی وجہ سے شہید کر دیا گیا۔ امام سجاد علیتیام نے ان کے حق میں رحمت کی دعا کی اور امام کاظم علیتیام کی روایت کی روشنی میں قیامت کے دن انہیں امام زین العابدین علیتیام کے حواریوں میں شمار کیا جائیگا (جنکی تعداد مخصوص چار ہو گی)۔

(الاخصاص، شیخ مفید، ص ۶۱)

۲۲) امام زین العابدین علیتیام اور مسئلہ برائت امام زین العابدین علیتیام کی سیرت کا عین جائزہ ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ آپ علیتیام نے اپنے شیعوں کی اس طرح پرداشت اور رہنمائی کی کہ جسکا تیجد و سرے عقائد اور نظریات سے تفکیک اور شخص تھا۔ آپ نے اہل بیت اظہار علیتیام کی بلند اہمیت پر بے پناہ تاکید کرتے ہوئے ثابت کیا کہ

اذیتوں سے دچار ہونا پڑتا تھا۔ مثلاً شید بھری کو فی نے جب علی علیتیام کے خلاف زبان کھولنے سے انکار کیا، ابن زیاد ملعون جو کوفہ کا حاکم تھا، انکے ہاتھ پر اور حتیٰ زبان بھی کٹوادی۔ (الاخصاص، محمد بن محمد بن نعمان جو شیخ مفید کے نام سے مشہور ہیں، ص ۷۷) سعید بن جبیر کو حاجاج بن یوسف نقشی (لعنت اللہ علیہ) کے سامنے لایا گیا۔ اس نے اصرار کیا کہ سعید غفاء کی مدد کریں اور انکے فضائل بیان کریں۔ اصل تقدیمہ کا الحاظ رکھتے ہوئے سعید خاموش رہے۔ حاجاج کو غیظ آگیا۔ اس نے حکم دیا کہ انہیں فوراً پھانسی دی جائے۔ اسے قابل غور بات یہ ہے کہ سعید نے ظاہر ان لعن کی اور نہ سب، پھر بھی انہیں سولی دے دی گئیں۔ کیوں؟ اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے خلفاء کی طرف تمايل نہیں دکھایا۔ اس روایت سے عاشورا کے بعد شیعوں کی حتسایت کا اندازہ ہوتا ہے جسکا نقیب یہ ہوا کہ چاروں طرف بغاوت اور شورش کی آواز اٹھنے لگی اور بنی امییہ کی حکومت روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی۔

تیجی بن ام الطویل۔ امام سجاد علیتیام کے بر جستہ صحابی اور آپ علیتیام کی داییہ کے بیٹے، اعلانیہ لوگوں کو امیر المؤمنین علیتیام کو برا بھلا بولنے سے روکتے تھے اور دوسری جانب، ان حضرت کے دشمنوں اور غاصبوں کے خلاف بے باک اظہار برائت کیا کرتے تھے۔ وہ باقاعدہ یہ کہتے تھے کہ یہ برائت اصل عبادت پر ودگار ہے۔ زبردست بہادری اور دلیری کے ساتھ وہ کوفہ کے میدان میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندادیتے تھے

مَعْشَرَ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ إِنَّا بُرَآءُ هُمَّا تَسْمَعُونَ مَنْ
سَبَّ عَلِيًّا عَفَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَنَحْنُ بُرَآءُ

۱۔ اختیار معرفت الرجال، محمد بن عمر کشی، ج ۱، ص ۳۳۵

(صحیفہ سجادیہ، دعاء ۳۷، فقرہ ۵۶)

امام زین العابدین علیہ السلام دعا کے اس فقرے میں باقاعدہ فرمار ہے ہیں کہ وہ اہل بیت رسول علیہ السلام جن کو تو نے اپنے امریعنی امامت کے لئے منتخب کیا، انکو اپنی زمین پر خلیفہ متزکر کیا، لوگوں پر اپنی جھٹ قرار دیا، یہ تمام امامت اور خلافت سے متعلق بنیادی اور اساسی مطالب ہیں کہ جن پر اگر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ امامت اور خلافت صرف اہل بیت علیہ السلام کا حق ہے کسی اور کا نہیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا الْمَقَامُ لِخُلَفَاءِكَ وَ أَصْفِيَائِكَ وَ مَوَاضِعَ أَمْنَائِكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ الَّتِي اخْتَصَصَتْهُمْ بِهَا قِدِ ابْتَرُوهَا... حَتَّى عَادَ صِفُوتُكَ وَ خُلَفاؤُكَ مَغْلُوبِينَ مَقْهُورِينَ مُبْتَرِّينَ
بارالہا! یہ مقام تیرے جانشیوں اور برگزیدہ بندوں کے لئے تھا، تیرے امامت داروں کا محل تھا جو اس بلند منصب کے ساتھ ان کے لئے مخصوص کیا تھا لوگوں نے اسے چھین لیا..... یہاں تک کہ (اس غصب حق کے نتیجہ میں) تیرے برگزیدہ جانشین مغلوب و مقهور ہو گئے اور ان کا حق ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

(صحیفہ سجادیہ، دعاء ۳۸، فقرہ ۹)

غور فرمایا آپ نے؟ امام زین العابدین علیہ السلام واضح طور پر فرمار ہے ہیں کہ مقام خلافت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا کے خلیفہ ہیں اور اسکے برگزیدہ ہیں لیکن غیروں نے (یعنی نااہلوں نے) اس مقدس اور الہی مقام کو انسے چھین لیا۔

اللَّهُمَّ الْعَنْ أَعْدَاءِهِمْ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ

امامت اور ولایت صرف آل رسول علیہ السلام کا حق ہے، اپنے شیعوں کو اس عقیدہ پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی اور یہ کہ اہل بیت علیہ السلام کے علاوہ کسی کی امامت، خلافت اور حکومت کو قبول نہ کریں۔ بلکہ غاصبان حق خلافت کے خلاف اظہار برائت کریں۔ امام سجاد علیہ السلام نے ان میں سے کچھ اہداف اور اغراض کو دعاوں اور مناجات کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا۔ ان میں سے چند ایک دعائیں اہل تسنن کے یہاں بھی رائج ہیں۔

(شرح نجح البلاغۃ، عبد الحمید بن ہبۃ اللہ ابن ابی الحدید المعتزلی، ج ۵، ص ۱۳؛ ج ۶، ص ۸۷؛ ج ۱۱، ص ۱۹۲)

یہاں آپ کی خدمت میں دو تین مثالیں پیش کرتے ہیں تاکہ بات واضح ہو جائے:

رَبِّ صَلِّ عَلَى أَطَابِ أَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِينَ اخْتَرْتَهُمْ لِأَمْرِكَ وَ جَعَلْتَهُمْ خَزَنَةً عِلْمِكَ وَ حَفَظَةً دِينِكَ وَ خُلَفَاءَكَ فِي أَرْضِكَ، وَ حُجَّكَ عَلَى عِبَادِكَ وَ ظَهَرْتَهُمْ مِنْ رِجُلِيْسَ وَ الدَّنَسِ تَطْهِيرًا بِإِرَادَتِكَ، وَ جَعَلْتَهُمْ الْوَسِيلَةَ إِلَيْكَ، وَ الْمَسِلَكَ إِلَى جَنَّتِكَ

”پروردگار! ان کے اہل بیت اطہار علیہ السلام پر حمد نازل فرماجنہیں تو نے اپنی حکومت و ولایت کے لئے منتخب فرمایا ہے، اپنے علم کا خریست دار، اپنے دین کا محافظ، زمین میں اپنا خلیفہ اور بندوں پر اپنی جھٹ بنا کیا ہے، جنہیں تو نے اپنے ارادہ سے ہر قسم کی خbast و آلو دگی سے پاک و صاف رکھا اور جنہیں تجوہ تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔“

روش انتیار کی تاکہ شیعوں کو تسلیم کا ہر بہانہ اور موقع انسے سلب کر لیا جائے۔ اس لئے امام علیہ السلام کے اقوال میں ہمیں کچھ ایسے جملات نظر آتے ہیں جن میں آپ نے غاصبان حق خلقی علی الظاهر برائت سے گزیز کیا ہے لیکن فصاحت کے تحت بین اسطور میں برائت کو مخفی کر دیا ہے۔ یہ روشن یا تو تدقیقی بنا پر ہے یا آپ ذمہ معنی جملات کے ذریعہ بہت سارے مسائل حل کر لیتے۔ یہاں دور وایات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، البتہ اختصار سے، تاکہ بات مکمل ہو جائے۔ زید بن علی نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ مکہ گیا۔ وہاں طائف کا ایک شخص شیخین کے خلاف نالہ کر رہا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس سے کہا اللہ سے ڈر۔ اس نے کہا ”تمہیں اس کعبہ کے رب کی قسم! کیا ان دونوں نے فاطمہ زہرا علیہما کی نماز جنازہ میں شرکت کی تھی؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا ”خدائی قسم نہیں“... بعد میں میرے والد نے مجھ سے کہا کہ جب وہ دونوں رسول اللہ علیہ السلام کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے تو فاطمہ زہرا علیہما کی سماں کی؟ (بخار الانوار، علامہ محمد باقر قمی، ج ۲۹، ص ۱۵۸)۔ ایک اور حدیث میں جسکے راوی حکیم بن جبیر ہیں امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَنْتُمْ تُقْتَلُونَ فِي عُمَانَ مُذْكُورَتِيْنَ سَنَّةً،
فَكَيْفَ لَوْ تَبَرَّأْتُمْ مِنْ صَنْمَعِ قُرَيْشٍ
تم سالہ (۶۰) سال سے عثمان کے قتل کی غاطر مارے جا رہے ہو۔ پس اگر تم صنمی قریش سے اٹھاہر برائت کرو گے تو تمہارا کیا عالی ہو گا؟

(تقریب المعارف، ابوالصلاح نقی بن جعفری، ص ۲۳۵)

لیکن جب یہی راوی یعنی حکیم بن جبیر اپنے عقیدہ کو امام سجاد علیہ السلام کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ اسکے عقائد کی اصلاح ہو

الآخِرِينَ، وَ مَنْ رَضِيَ بِفَعَالِهِمْ وَ أَشْيَا عَهُمْ وَ أَتُبَا عَهُمْ
”بار الہا! تو ان کے پہلے اور آخری دشمن پر اور جوان کے افعال سے راضی و خوشنود ہوں اور ان (دشمنوں) کے ماننے والے اور ان کی اتباع کرنے والوں پر لعنت بھیج۔

(صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۸، فقرہ ۱۰)

اس فقرے میں امام علیہ السلام نہ صرف دشمنان اہل بیت علیہ السلام پر لعنت بھیج رہے ہیں بلکہ وہ تمام افسر اور جوان کے (یعنی دشمنوں اور غاصبوں کے) افعال سے راضی ہیں، انکے ماننے والے اور پیروکار ہیں۔

قابل غور ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی دعاؤں میں دشمنوں پر لعنت بھیجا کرتے تھے اور اسے اپنے عبادت کا جز سمجھتے تھے۔ لہذا ہر وہ انسان جو آل رسول علیہ السلام کے شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اسے چاہئے کہ دشمنان اہل بیت علیہ السلام اور انکے حق کو غصب کرنے والوں پر لعنت کو ایک امر مقدس جائیں۔ البتہ وقت اور جگہ کا خیال خاص اہمیت رکھتا ہے۔

تضاد یا حکمت عملی؟

تاریخ کا مختصر جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام کے زمانہ امامت میں بنی امیہ کی ایک سیاسی چال یہ تھی کہ عظمت خلفا و صحابہ کا پرچم بلند کیا جاتے تاکہ اسکے ذریعہ سوادا عظم یعنی مسلمانوں کی اکثریت کو انہم موصویں علیہ السلام اور انکے شیعوں کے خلاف کر دیا جائے۔ لہذا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام سجاد علیہ السلام نے کچھ موقع پر حکومت کی ان ابلیسی سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے ایک دوسری

کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(امالی مفید، ج ۲۸۱؛ امالی طوی، ج ۱۵۵)

بات کو منزل تمام تک پہونچانے کے لئے چند روایات آپ کی خدمت میں نقل کرتے ہیں اور ان دونوں حدیثوں کو ابو حمزہ ثمالی نے امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا ہے :

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

تین طرح کے لوگ ہیں جنکی طرف مذاقیامت کے روز نکھل نہیں کریں گا: (۱) وہ شخص جو خدا کی طرف سے امام ہونے کا دعویٰ کریگا جب کہ وہ اسکا اہل نہ ہے میں ہو گا، (۲) دوسرے وہ جو خدا کی طرف سے منتخب کردہ امام کا انکار کریگا اور (۳) تیسرا وہ جو یہ عقیدہ رکھتا ہے میں

ذر اسلام پایا جاتا تھا“

(تفسیر العیاشی، محدث بن مسعود عیاشی، ج ۱، ص ۷۸؛ الکافی، محدث بن یعقوب الکلبینی، ج ۱، ص ۳۷۲، ح ۱۲)

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا:

وہ لوگ جنہوں نے ہمارے حق پر قلم کیا، ہماری میراث کو چھینا اور ایسی جگہ پر پیٹھے جکے حقدار ہم تھے۔ شدائیں نہ بخشدے اور ان پر رحم نہ کرے۔

(مناقب آل ابی طالب، محمد بن علی بن شہر آشوب، ج ۳، ص ۷۰) آئیے ہم سب مل کر دعا گو ہوں کہ خداوند متعال ہمارے امام حضرت بقیت اللہ (عج) کے ظہور پر نور میں تعجیل فرمائے تاکہ آپ تشریف لا نیں اور اہل بیت علیہم السلام کو ان کا حق لوٹائیں اور شہداء کر بلا اور کے خون کا انتقام لیں اور وہ افراد جسکی بہنا پر پیغمبر اکرم ﷺ کی ناموں کی چادریں چھینی گئیں اور انہیں اسیر بنا یا گیا انہیں انکے مناسب انجاماتک پہونچا یں۔ آمین یا رب العالمین!

جائے، امام علیہ السلام نے بلاشبہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت اور امامت بلافضل کو بیان فرمایا اور شیخین کی فرضی منزلت کا انکار کیا۔

(مناقب امیر المؤمنین، محدث بن سلیمان کوفی، ج ۱، ص ۵۲۱)

ظاہر ہے یہ روشن صرف دین خدا اور سنت رسول ﷺ کو پہنانے کے لئے اور شیعوں کے عقائد اور ان کی جان و مال عزت اور آبرو کی حفاظت کے لئے تھی۔ قبل توجہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے کبھی بحیثیت کے اقوال پر استناد نہیں کیا، نہ کسی کتاب میں یہ ملتا ہے اور نہ ہی کسی روایت میں۔ جبکہ اس کے بر عکس متعدد مقامات پر ہم پاتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد کی عظمت اور جلالت کا ذکر کبھی کیا اور انکے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

اعلان برائت اور حق اہل بیت علیہم السلام

امام زین العابدین علیہ السلام نے ہر مناسب موقع پر اہل بیت علیہم السلام کی امامت و ولایت کا ذکر کیا اور یہ بیان فرمایا کہ غلافت صرف اہل بیت علیہم السلام کا حق ہے۔ اسکی بہترین مثال حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ فدکیہ ہے جسکے راوی زید بن علی میں جنہوں نے اپنے والد یعنی امام سجاد علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ اس خطبہ کا مختصر جائزہ ثابت کر دیا گا کہ شہزادی کو نین سلام اللہ علیہا نے کس طرح امامت اور غلافت کو اپنا حق بتایا ہے اور غیر وہ کو غاصب ثابت کیا ہے۔ اس خطبہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ اہل تسنن کے علماء نے بھی اسے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

(شرح فتح البلاغہ، عبد الحمید بن ہبۃ اللہ بن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۲۵۲)

امام سجاد علیہ السلام نے اپنی جدہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے اس حق کو غصب کئے جانے کو اپنے اصحاب کے لئے پوری صراحت

چشم امام علیہ السلام سے برستے آنسو

کے ظاہری اسباب، نہ اس کی شاخت رکھتے ہیں اور نہ اس کو
دبانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ لیکن جب کمی بڑی ہستی کا گریہ
دلوں کو منتقلب کرتا ہے اور کسی انقلابی تحریک کی نشاندہی کرتا
ہے تو اس کو دبانے کے لئے مختلف قسم کے حرہ باستعمال ہونے
لگتے ہیں۔ جب وہ بھی کامیاب نہیں ہو پاتے تو قتل و غارت
گری کا سہارا لیا جاتا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام کی سیرت کا جب ذکر یا بیان آتا ہے کہ
کربلا سے جب آپ مدینہ آئے ہیں اور یہیں آپ علیہ السلام کی
حیات طیبہ اپنی آخری منزل تک گزدی ہے، اس دور میں سب
سے زیادہ جو آپ کی سیرت میں ایک فطری طور پر ابھرتا
ہوا ایک عمل ملتا ہے وہ آپ کا گریہ ہے۔ لیکن آپ کی سیرت
کے وہ روشن پہلو جو منصب امامت و رہبری کے فرائض پر مبنی
ہیں اس کا ذکر اور بیان عامہ کے سامنے کم آتا ہے۔ محبز نما
شخصیت جناب سجاد علیہ السلام کی زندگی کے وہ مراعل جب سیرت
نویسیوں کے سامنے آتے ہیں جو یہ اظہر من الشمس کر دیتے ہیں
کہ آپ کی رہبری اور امامت ایک منصب الہیہ تھا جو اسلام کی
تہذیب کے سرگوشہ کا حاملہ کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک
سماج میں ایک دوسرے سے لین دین کا سلسلہ، روابط یا
معاملہ ہمیشہ پیش آتارہتا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ایک شخص
سے کچھ رقم بطور قرض لیا لیکن دینے والے نے جب آپ علیہ السلام
سے اس کے لئے کوئی حمانت مانگی تو آپ علیہ السلام نے اپنی عبا
کا ایک تاریخ طور حمانت اس کو دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ علیہ السلام

مقدمہ

گریہ کی تاریخ ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتی
ہے اور دنیا کی تمام مہذب و موالی کے درمیان پائی جاتی ہے۔
چونکہ گریہ محبت اور جذبات کی عکاسی کرتا ہے لہذا گریہ کے کچھ
نفسیاتی پہلو بھی ہوتے ہیں۔ تاریخ کے دامن میں بہت زیادہ
گریہ کرنے والوں کے نام درج یہں۔ احادیث میں بھی ان کا
تذکرہ پایا جاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد
فرمایا:

الْبَكَاءُونَ خَمْسَةُ آدُمٍ وَيَعْقُوبَ وَيُوسُفُ
وَفَاطِمَةُ بُنْتُ مُحَمَّدٍ صَ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ
زَيْنُ الْعَابِدِينَ (ع)

”سب سے زیادہ گریہ کرنے والے پانچ افراد ہیں
آدم، یعقوب، یوسف، فاطمہ بنت محمد اور علی بن الحسین
زین العابدین علیہما السلام۔“

(مکارم الاخلاق، ص ۳۱۵ نقل از روضۃ الاعلین)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے بابا حضرت
سید الشہداء امام حسین علیہ السلام پر جو گریہ کیا تھا وہ انکی فطری کیفیت کا
اظہار تھا۔ لیکن امام معصوم کا یہ گریہ تبلیغ کا ذریعہ بھی ثابت
ہوا۔

تبلیغ کے اثرات کی کارگری اس بات پر موقوف ہے کہ
وہ اپنی بات کو، اپنے تاثرات کو، روابط کو دوسروں کے ساتھ
 منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس فطری چیز کو سیاست

امام سجاد علیہ السلام کا گریہ

ابن قلویہ، ابن شہر آشوب اور دیگر علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار امام حسین ابن علی علیہما السلام پر بیس سال گریہ کیا اور ایک دوسری روایت کے مطابق چالیس سال گریہ کیا۔ جب آپ علیہ السلام کے سامنے کھانا آتا تو آپ علیہ السلام گریہ فرماتے، جب آپ علیہ السلام کے پاس پانی لایا جاتا تو اس قدر گریہ وزاری کرتے کہ وہ پانی مضاف ہو جاتا۔

(جلاء العيون فارسی ص ۸۳۶)

ایک دوسری روایت کے مطابق امام علیہ السلام نے فرمایا:

”میں یہ یاد کر کے گریہ وزاری کرتا ہوں کہ میرے والد کو شنبہ شب شہید کیا گیا اور انہیں اس پانی سے محروم کیا گیا جس سے حقی کہ وحشی جاؤ اور درندے تک استفادہ کرتے ہیں۔“

جب غلام نے آپ سے عرض کیا کہ کیا آپ علیہ السلام اس قدر گریہ فرمائیں گے کہ اپنے آپ کو ختم کر لیں گے؟ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”میں نے تو پہلے ہی دن اپنے آپ کو ختم کر لیا تھا اور اب میں اپنے والد پر گریہ وزاری کرتا ہوں۔“

(جلاء العيون فارسی ص ۸۳۶)

امام علیہ السلام کا ایک آزاد کردہ غلام تھا جس نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا : کیا وہ وقت اب تک نہیں آیا کہ آپ علیہ السلام کا گریہ

نے اس شخص کو طلب کیا اور اس سے فرمایا: ”میری عبا کا تار و اپس کرو اور تمہاری رقم لے جاؤ۔“ اس عرصہ میں وہ متین تھا کہ وہ ایک تار معلوم نہیں اس نے کہاں رکھ دیا۔ آپ علیہ السلام کے اصرار پر اس نے اس تار کو تلاش کیا اور دستیاب ہونے کے بعد حضرت علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا جس کے بدلتے میں آپ علیہ السلام نے اس کی رقم و اپس کر دی۔ بظاہر یہ ایک واقعہ ہے لیکن اقتصادیات میں یہ واقعہ بحیثیت عہد نامہ کے عنوان پر آتا ہے۔ دوسرا واقعہ بھی قارئین کے لئے نقل کرنا ضروری ہے جو متواتر اور مسلسل طور پر علماء اور ذاکرین بیان کرتے ہیں کہ جب ہشام بن عبد الملک نے زمانہ حج میں اپنی آنکھوں کے سامنے خانہ خدا میں امام سجاد علیہ السلام کی آمد پر مجمع کو کانی کی طرح چھٹتے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ بزرگوار کون ہیں؟ اس کے جواب میں جناب فرزدق نے ایک طویل قصیدہ میں امام سجاد علیہ السلام کی مدح کی جو اس رسالہ کے آخر میں قارئین کے لئے رقم کیا گیا ہے۔ اس خلیفہ اموی کے اس استعجائب سے بھرے ہوئے سوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شخصیت کے اثرات عامہ پر کس قدر چھائے ہوئے تھے۔ علاوہ ازاں، جب نظر صحیفہ سجادیہ پر پڑتی ہے تو کلام کی بлагعت و فضاحت صاحب عقل و خرد کے لئے علم و معرفت کے سرچشمہ گویا زبان مقدس سے چھوٹ رہے ہیں۔ ان تمام کمالات اور اعجاز کے باوجود نہ جانے وہ کیسا گریہ تھا جو نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ تا قیامت ہر عہد میں لوگوں پر ایسا اثر انداز ہوا کہ جو پڑھتا ہے اس پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔

خَرِي وَشَقِيْ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ (ع)
”حسین بن علی علیہ السلام کا قاتل ذلیل اور شقی تھا“

(الافی، ج ۶، ص ۲۷۳)

تو بھی آنسوؤں کا پیغام اور زیادہ لوگوں کے ضمیر کو بیدار کر دیتا تھا اور ظلم و ظالم سے نفرت پیدا کر دیتا تھا۔

شہادت امام

قارئین سے التماں ہے کہ تاریخ میں آپ علیہ السلام کی سیرت کو پڑھیں اور ان تمام بکھرے ہوئے واقعات کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں جو انسان کی اور سماج کی ارتقاء کے لئے نہایت اہم ہیں۔ ہم نے اجمالاً کچھ واقعات قلم بند کئے ہیں۔ لیکن کن حالات میں آپ علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی اس کا ذکر کرنا بھی مقصود ہے۔

مرحوم شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب منتحی الامال میں نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی تاریخ شہادت کے سلسلہ میں علماء میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں جن میں تین تاریخیں منحصر ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ ان تین تاریخوں میں سے کسی ایک میں امام علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی ہے۔ ۱۲ محرم، ۷۱۴ ہجری یا ۲۵ محرم۔ معتبر روایات کی بنابریہ بات ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا گیا۔ ابن بابویہ اور دیگر علماء کے مطابق ولید بن عبد الملک (خدای لعنت ہوا س پر) نے آپ علیہ السلام کو زہر دیا۔ اور کچھ علماء کے مطابق ہشام بن عبد الملک (لعنت اللہ علیہ) نے آپ علیہ السلام کو زہر دیا۔

(منتھی الامال فارسی، ص ۱۲۳۶)

تفسیر قمی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ

ختم ہو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا :
”وابے ہو تجوہ پر! جناب یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ان کا ایک بیٹا کھو گیا تھا تو انہوں نے اس قدرشدت کے ساتھ گریہ کیا کہ ان کے دیدے سفید ہو گئے اور اس غم و اندوہ نے ان کی کمر خم کر دی جب کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔ جب کہ میں نے اپنے والد، اپنے بھائیوں، اپنے خاندان کے اٹھارہ افراد کو اپنے سامنے قتل ہوتے دیکھا ہے اور یہ دیکھا ہے کہ کس طرح ان کے سر بریدہ کو پھرایا گیا، پس کس طرح میرا گریہ ختم ہو سکتا ہے؟“

(جلاء العيون فارسی، ص ۸۳)

امام سجاد علیہ السلام کے گریہ نے لوگوں کے ضمیر کو جگایا جو بہر حال مردہ ہو چکے تھے۔ ان آنسوؤں کے ذریعہ اور گریہ کے ذریعہ جملکی تفسیر آسانی سے بیان نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ یہ سی غم و اندوہ پر صرف جذبات کی تکین کیلئے نہیں بھائے گئے تھے خاص طور سے جب یہ آنسو اور آہیں ایک امام کے ہوں جو کائنات کے حقائق کو دنیا کے ہر فرد سے زیادہ جانت اور آگاہ ہے۔

امام سجاد علیہ السلام کے آنسو جب امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی سے آغشنا ہو جاتے تھے تو وہ طولانی سجدہ کرتے تھے اور سجدہ میں اسی سجدہ گاہ کو استعمال کرتے تھے جو آپ علیہ السلام کے والد بزرگوار کے قبر کی مٹی ہوا کرتی تھی۔ انگوٹھی خاک کر بلہ پر مسح کرتے جو ہمیشہ آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوتی اور جس پر منقوش تھا

آپ علیهم کی اونٹی امام علیہم کی قبر پر پہنچی، اپنی گردان کا اگلا حصہ قبر سے رکڑنا شروع کیا، خاک پر لوٹنے لگی اور آنسو بھانے لگی۔

یہن کرامام محمد باقر علیہم وہاں تشریف لے گئے اور اسے حکم دیا کہ اپنی جگہ واپس چسلی جا، خداوند عالم تجھے برکت عطا فرمائے۔ آخر کار وہ اٹھی اور اپنے مقام پر چسلی گئی۔ ابھی کچھ وقت نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ پھر امام سجاد علیہم کو اس کا علم ہوا کہ اس کی وہی حالت ہو گئی۔ جب امام باقر علیہم کو اس کا علم ہوا کہ پدر بزرگوار کی اونٹی پھر قبر مبارک پر پہنچ کر بے حال ہو رہی ہے تو وہ پھر قبر مبارک پر تشریف لے گئے، اسے واپس پہنچنے کو کہا اور صبر و غیرہ کی تلقین دی۔ لیکن اس مرتبہ وہ اونٹنی بہت زیادہ متاثر تھی قبر مبارک سے نہ ہٹی۔ امام محمد باقر علیہم نے ارشاد فرمایا: اے لوگوں! اب تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو یکونکہ اب یہ آخری رخصت کے لئے آتی ہے۔ چنانچہ تیسرے روز وہ بھی مر گئی۔ امام علیہم فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار اس پر سوار ہو کر حج کے لئے جایا کرتے اور اسے کبھی کوڑا نہیں لگاتے تھے حتیٰ کہ مدینہ واپس آ جاتے۔

(بخار الانوار، ج ۳۶، ج ۳۸، ص ۱۳۸)

خدا یا! تجھے سید سجاد علیہم کے آنسوؤں کا واسطہ، منتقم خون حسین علیہم کے ظہور پر نور میں تمجیل فرماؤ ہمیں ان کے ہمراہ شہداء کر بلکہ خون نا حق کا انتقام لینے کی توفیق عنایت فرماء! آمین یا رب العالمین!

جب امام زین العابدین علیہم کی شہادت کا وقت نزدیک آیا تو امام علیہم پر تین دفعہ غشی طاری ہوئی۔ جب افاقہ ہوا تو آپ علیہم نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا
الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشاءُ
فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ

”تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے کھے وعدہ کو حق کر دکھایا اور ہمیں اپنی زمین کا وارث بنایا تاکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں آرام کریں اور بے شک یہ عمل کرنے والوں کا بہترین اجر ہے“ پھر آپ علیہم کی روح پرواز کر گئی۔

(بخار الانوار، ج ۳۶، ج ۳۷، ص ۱۲)

وصیت امام

حضرت امام محمد باقر علیہم نے ارشاد فرمایا: جب امام زین العابدین علیہم کا آخری وقت نزدیک آیا تو آپ علیہم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا ”اے میرے بیٹے! میں تمہیں وہ وصیت کر رہا ہوں جو میرے بابا نے اپنی موت کے وقت مجھے کی تھی اور ان کے بابا نے ان سے کی تھی۔ اے میرے بیٹے! خبردار کبھی اس شخص پر قلم نہ کرنا جس کا اللہ کے علاوہ کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔“

(بخار الانوار، ج ۳۶، ج ۳۷، ص ۱۵۳)

ایک روایت کے مطابق حضرت امام محمد باقر علیہم کو اطلاع ملی کہ امام زین العابدین علیہم کی رحلت کے بعد

امام زین العابدین علیہ السلام کی شان میں قصیدہ فرزدق

نشانات پہچانتی ہے۔ خدا کا گھر (غاذ کعبہ) حرم اور حرم
کے باہر کی سر زمیں ان کو پہچانتی ہے۔

هَذَا أَبْنُ خَيْرٍ عَبَادِ اللَّهِ كُلِّهِمْ
هَذَا التَّقِيُّ التَّقِيُّ الظَّاهِرُ الْعَلَمُ
یہ بہترین بندگان خدا کے فرزند ہیں۔ یہ پرہیزگار،
پاک و پاکیزہ اور پداشت کا پرچم ہیں
هَذَا الَّذِي أَحْمَدُ الْمُخْتَارُ وَالْدُّهُ
صَلَّى عَلَيْهِ إِلَهِي مَا جَرَى الْقَلْمُ
یہ وہ ہیں، خدا کے منتخب کردہ رسول احمد مختار علیہ السلام ان
کے والد ہیں، جن پر خدا ہمیشہ درود وسلام علیہ السلام پھیجنارہتا
ہے

لَوْيَعْلَمُ الرُّكْنُ مَنْ قَدْ جَاءَ يَلِشِمُهُ
لَخَرَّ يَلِشِمُ مِنْهُ مَا وَطَعَ الْقَدْمُ
اگر جرم اسود کو معلوم ہو جائے کہ کون اسکا بوسہ لینے آ رہا
ہے تو بلا اختیار خود کو زمین پر گرا کر ان کے قدموں کا
بوسہ لیتا

هَذَا عَلَيٌّ رَسُولُ اللَّهِ وَالْدُّهُ
أَمْسَتْ بِنُورٍ هُدًاهُ تَهْتَدِي الْأُمُمُ
یہ علیہ السلام ہیں اور رسول اللہ علیہ السلام ان کے والد ہیں۔
ان کی پداشت سے امتیز پداشت یافتہ ہوتی ہیں۔

هَذَا الَّذِي عَمَّهُ الظَّيَارُ جَعْفَرُ
وَالْمَقْتُولُ حَمْزَةُ لَيْثُ حُبُّهُ قَسْمُ

خلیفہ بنی امیہ ہشام بن عبد الملک حج پر گیا اور طواف کے
بعد اس نے حجر اسود کو بوسہ دینے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے
اپنی پوری دنیاوی شان و شوکت کے ساتھ چل پڑا۔ لیکن لوگ
طواف اور اللہ کی تسبیح میں اتنے مشغول تھے کہ بادشاہ کو حجر اسود کی
طرف جانے نہ دیا اور ہشام کے غلام بھی بے بس نظر آئے۔ پھر
ہشام پلٹ گیا، ایک اوپنے تخت پر جائیٹھا اور راحیوں کو دیکھنے لگا۔
اسی وقت امام زین العابدین علیہ السلام کی مسجد الحرام میں آمد ہوئی
اور لوگوں نے آپ علیہ السلام کو راستہ دینا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ہشام
چونک اٹھا کریں نے پوچھا کہ یہ کون شخصیت ہیں۔ ہشام نے جان
کر انہیں بنتے ہوئے کہا میں نہیں جانتا یہ کون ہیں اور کیوں لوگ
ان کے ارد گرد جمع ہیں۔ فرزدق نے، جو اس وقت وہاں موجود
تھے، جواب دیا: ”لیکن میں جانتا ہوں یہ کون شخصیت ہیں“ اور یہ کہہ
کر ایک طویل قصیدہ بیان کیا:

يَا سَائِلِي أَيْنَ حَلَّ الْجُودُ وَالْكَرْمُ
عِنْدِي بَيَانٌ إِذَا طَلَّبْتُهُ قَدِمُوا
اے جود و کرم، شرافت و بزرگی کے مرکز کے بارے
میں سوال کرنے والے، اس کا واضح جواب میرے
پاس ہے اگر سوال کرنے والے میرے پاس
ہیں۔

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَائِهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلْ وَالْحَرْمُ
یہ وہ ہیں جنہیں مکہ کی زمین ان کے قدموں کے

بیت سے نظر اٹھا کر انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ ان سے
گفتگو بس اس وقت ممکن ہے جب ان سے بوس پر
مسکراہٹ ہو۔

يَنْجَابُ نُورُ الدُّجَى عَنْ نُورِ غُرَّتِهِ
كَالشَّمِّيْسِ يَنْجَابُ عَنْ إِشْرَاقِهَا الظَّلَمُ
ان کی پیشانی کے نور سے تاریکیاں کافروں جاتی ہیں۔
جس طرح آفتاب اندر ہیرول کو دور کر دیتا ہے۔

مَا قَالَ لَا قُطْلٌ إِلَّا فِي تَشْهِيدٍ
لَوْلَا التَّشَهِيدُ كَانَتْ لَا وُدُّ لَعْمَ
وہ اس قدر سخی ہیں اگر تشهید میں لا، (نہیں) ہوتا تو ان
کی زبان مبارک سے بھی لا نہ جاری نہ ہوتا۔
مُشْتَقَّةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ نَبَعَثُتُهُ
طَابَتْ عَنَا صِرْرَةُ الْخِيمُ وَالشِّيمُ
ان کی اصل رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔
پاک و پاکیزہ اخلاق، کردار، بہترین عادات و
اطوار۔

حَمَالُ أَثْقَالِ أَقْوَامٍ إِذَا فَدَحُوا
حُلُو الشَّمَائِيلِ تَخْلُو عِنْدَكُنْعَمُ
قسم کی ہدایت کا بارگاں کامنے پر اٹھاتے ہوئے
ہیں، جس کو اٹھانے سے پہاڑ انکار کرتے ہیں۔

إِنْ قَالَ قَالَ بِهَا يَهُوَيْ بِحِيْعُهُمْ
وَإِنْ تَكَلَّمَ يَوْمًا زَانَهُ الْكَلْمُ
اگر وہ بوس کو جنش دیں تو سب ان کی بات کو تسلیم
کرتے ہیں۔ ان کی گفتگو فصاحت و بلاغت کی
زینت ہے۔

جتاب جعفر طیار اور جتاب سید الشہداء حمزہ ان کے چچا
ہیں۔ یہ شیرا الہی ہیں کہ بہادر اور دلیس جن کی قسم
کھاتے ہیں۔

هَذَا ابْنُ سَيِّدَةِ النِّسَوَاتِ فَاطِمَةَ
وَابْنُ الْوَصِّيِّ الَّذِي فِي سَيِّفِهِ نِقَمٌ
یہ عورتوں کی سردار فاطمہ زہرا اللہ علیہما کے فرزند ہیں
اور وہی پیغمبر کے فرزند ہیں جن کی تواریخ
(شرکیں و کافرین کی) موت چھپی ہوتی ہے۔

إِذَا رَأَتْهُ قُرْيَشٌ قَالَ قَائِلُهَا
إِلَى مَكَارِمٍ هَذَا يَنْتَهِي الْكَرْمُ
قریش ان کو دیکھ کر اعتراف کرتے ہیں کہ شرافتیں
اور بزرگیاں ان کی ذات پر ختم ہوتی ہیں۔

يُنْمِي إِلَى ذِرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِي قَصَرَتْ
عَنْ نَيْلِهَا عَرَبُ الْإِسْلَامِ وَالْعَجْمُ
یہ عرب کی اس بلندی پر فائز ہیں جہاں عرب و عجم
پہنچنے سے قاصر ہیں۔

وَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هَذَا بِضَائِرِهِ
الْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ أَنْكَرَتْ وَالْعَجْمُ
(اے ہشام) تیرا یہ کہنا کہی کون ہیں اس سے ان کا
کوئی نقصان نہیں ہے جس کو تو نہیں پہچانتا اس کو
عرب و عجم پہنچانے تھے۔

يُغْضِي حَيَاءً وَيُغْضِي مِنْ مَهَابِتِهِ
فَمَا يُكَلِّمُ إِلَّا حِينَ يَبْتَسِمُ
وہ حیا سے آئھیں جھکائے رکھتے ہیں، لوگ ان کی

بَيْرِينُهُ خَصَّلَتَانِ الْجَلْمُ وَالْكَرْمُ
ایسے زم و نیک میں کہ سختی کا گذر نہیں ہے۔ انہوں نے
بردباری اور شرافت کو زینت دی ہے۔

لَا يُغْلِفُ الْوَعْدَ مَيْمُونًا نَقِيبَتُهُ
رَحْبُ الْفِنَاءِ أَرِيَبٌ حِينَ يُعْتَرُمُ
یاں قدر بار بار کرتیں کہ کنجی وعدہ غلائی نہیں کرتے
میں۔ ان کی بارگاہ ہر ایک کے لئے پناہ گاہ ہے۔

مِنْ مَعْشِيرٍ حُبْهُمْ دِينٌ وَبُغْضُهُمْ
كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجَى وَمُعْتَصَمٌ
یاں بزرگ خادمان کے فرزند میں جن کی محبت دین،
جن کی دشمنی کفر اور جن سے قربت نجات اور سعادت کا
سبب ہے۔

يُسْتَدْفَعُ السُّوءُ وَالْبَلُوَى بِحُبِّهِمْ
وَيُسْتَرَادُ بِهِ الْإِحْسَانُ وَالنِّعْمُ
ان کی محبت و ولایت سے ہر فتنہ و شر دور ہوتا ہے۔ ان
کی بخشش و عطا میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللَّهِ ذُكْرُهُمْ
فِي كُلِّ فَرِضٍ وَمَخْتُومٌ بِهِ الْكَلْمُ
خدا کے نام کے بعد ہر ابتداء اور انتہاء میں ان کا نام لیا
جاتا ہے۔

إِنْ عَدَّ أَهْلُ التَّقْوَى كَانُوا أَعْمَلُهُمْ
أَوْ قِيلَ مَنْ خَيْرٌ أَهْلُ الْأَرْضِ قِيلَ هُمْ
اگر پدیز گاروں کا تذکرہ ہو تو یہ پدیز گاروں کے سردار
میں۔ اگر دریافت کیا جائے ساری دنیا میں سب سے
بہترین کون تو بس ان کا نام لیا جائیگا۔

هَذَا اَبْنُ فَاطِمَةَ إِنْ كُنْتَ جَاهِلُهُ
بِجَلِيلٍ أَنْبِيَاءُ اللَّهِ قَدْ خُتِمُوا
اگر تو انہیں نہیں جانتا تو جان لو یہ فرزند فاطمہ میں۔

اللَّهُ فَضَّلَهُ قِدَمًا وَشَرَفَهُ
جَرَى بِذَاكَ لَهُ فِي لَوْحِهِ الْقَلْمُ
خدا نے ان کو اولین و آخرین پر فضیلت و شرف عطا
کیا ہے۔ لوح محفوظ کے قلم نے ان کے بارے میں
یہی تحریر کیا ہے۔

مَنْ جَدُّهُ دَانَ فَضْلُ الْأَنْبِيَاءِ لَهُ
وَفَضْلُ أُمَّتِهِ دَانَتْ لَهَا الْأُمُّ
یہ وہ میں جن کے جد کے فضائل کے سامنے تمام انبیاء
علیہم السلام کے فضائل بیچ ہیں۔ ان کے جد کی امت کو بھی
تمام انبیاء علیہم السلام کی امت پر فضیلت حاصل ہے۔

عَمَّ الْبَرِيَّةِ بِالْإِحْسَانِ وَأَنْقَشَعَتْ
عَنْهَا الْعَبَائِيَّةُ وَالْإِمْلَاقُ وَالظُّلْمُ
ان کی بخشش و عطا ساری مخلوقات کا احاطہ کئے ہوئے
ہیں۔ ضلالت، گرسنگی اور تاریکی ان سے کوسوں دور
ہے۔

كُلُّ تَايِيدِيهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعَهُمَا
يَسْتَوْ كَيْفَانٍ وَلَا يَعْرُو هُمَا عَدَمٌ
ان کے دونوں ہاتھ خدا کے ابر رحمت کی طرح میں جس
سے ہر ایک فیضیاب ہو رہا ہے۔ عدم و محرومی کا یہاں
گذر نہیں ہے۔

سَهْلُ الْخَلِيقَةِ لَا تُخَشِّي بَوَادِرُهُ

رکھتا ہے لوگوں نے انہیں کے بیت الشرف سے
دین اور ہدایت حاصل کی ہے۔

بُيُوْنُهُمْ فِي قُرَيْشٍ يُسْتَضَاءُهَا
فِي النَّائِبَاتِ وَعِنْدَ الْحُكُمِ إِنْ حَكُمُوا
قُرَيْشٍ مِّلْ صِرْفِ إِنْ كَاهْرَانِ ہے جہاں لوگوں کی
مشکلات حل ہوتی ہیں۔ اسی گھر میں صحیح اور حقیقی فیصلہ
کئے جاتے ہیں۔

فَجَلَّهُ مِنْ قُرَيْشٍ فِي أَرْوَمَتِهَا
مُحَمَّدٌ وَ عَلِيٌّ بَعْدَهُ عَلَمٌ
ان کے بعد بزرگوار حضرت محمد ﷺ اور ان کے بعد
دوسرے بعد بزرگوار حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام میں
جو امام اور پدچم ہدایت ہیں۔

بَدْرُ لَهُ شَاهِدُو الشِّعْبُ مِنْ أُحْدٍ
وَالْخَنْدَقَانِ وَيَةً مِّنَ الْفَتْحِ قَدْ عَلِمُوا
ان کی بہادری، قربانی اور خلوص پر جنگ بدر، احد کی
گھانی، جنگ خندق، فتح مکہ سب گواہ ہیں۔
وَخَيْرٌ وَ حُنَيْنٌ يَشَهَدَانِ لَهُ
وَفِي قُرَيْظَةَ يَةً مِّمَ صَيْلَمَ قَيْمَ
غیر و حنین ان کی عظمتوں کا قصیدہ پڑھتے ہیں۔ جنگ
بنی قریض اور جنگ توبک ان کے مدح خواں ہیں۔

بحار الانوار، ج ۲۶، ج ۱۲۸-۱۲۳، ح ۱۶۷، نقل از مناقب ابن شہر آشوب،
حیثیۃ الاولیاء اور الاغانی)

ہمارا مخلصہ سلام ہواں بزرگ مرتبہ شاعر اہل بیت
علیہ السلام پر!

لَا يَسْتَطِيعُ جَوَادٌ بَعْدَ غَايَتِهِمْ
وَلَا يُدَانِيهِمْ قَوْمٌ وَإِنْ كَرُمُوا
ان کی سخاوت کے بعد کسی سخی کی سخاوت کا ذکر نہیں ہو
سکتا۔ کسی بھی قوم کے شریف اور بزرگ ان کے ہم
رتبا نہیں ہیں۔

هُمُ الْعَيُونُ إِذَا مَا أَزْمَهُ أَزْمَتْ
وَالْأَسْدُ أَسْدُ الشَّرَى وَالْبَأْسُ هُخْتَدِمْ
قطح کے زمانہ میں یہ باران رحمت ہیں۔ اور جب جنگ
کی آگ بھڑک اٹھے تو یہ مردمیدان ہیں۔
يَابِي لَهُمْ أَنْ يَجْلِلَ الذَّمْ سَاحَتُهُمْ
خِيمٌ كَرِيمٌ وَأَيْدِي الْنَّدَى هُضُمْ
پتیاں ان کی پارکاہ میں قدم نہیں رکھ سکتیں۔ ایسے
بزرگ ہیں جن کا دست کرم بارش کی طرح ہمیشہ فیض
پہنچاتا رہتا ہے۔

لَا يَقْبِضُ الْعُسْرُ بَسْطًا مِنْ أَكْفَهُمْ
سَيِّانَ ذَلِكَ إِنْ أَنْزَلُوا وَإِنْ عَدْمُوا
شگنی نے کبھی بھی ان کے وجود کو متاثر نہیں کیا۔ شگنی اور
فراد ان کے یہاں ایک گیسی ہے۔
أَيْ الْقَبَائِلِ لَيُسَتُّ فِي رِقَابِهِمْ
لَاَوْلَيَةَ هَذَا أَوْلَهُ نِعْمَ
وہ کون ساخا مدان اور قبیلہ جس کی گردان پر ان کا اور ان
کے بزرگواروں کا احسان نہ ہو۔

مَنْ يَعْرِفُ اللَّهَ يَعْرِفُ أَوْلَيَةَ ذَا
فَالَّذِينَ مَنْ بَيْتِ هَذَا تَالَهُ الْأَمْمُ
جو خدا کو پہچانتا ہے وہ ان کے آباء و اجداد کی معرفت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا وَلَيَّ الْعَصْرِ (ع) أَدْرِكْنَا

المُنتَظَرُ مِنَ الْإِسْلَامِ كُورس

آپ کے گھر تک دین کی اہم معلومات پہنچا رہا ہے۔ یہ مِراسلاتی کورس اردو، انگریزی اور ہندی زبان میں ہے اور عقائد، تاریخ، احکام، اخلاق اور امام زمانہ علیہ السلام کی معرفت جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہے۔
یہ سلسلہ ۱۸ اسابق کا ہے۔ کورس مکمل کرنے پر ایک اعزازی سند بھی پیش کی جائیگی۔

اس کے علاوہ، ماہ گرماں الحرام اور ماہ شعبانِ معظم میں خصوصی شمارہ بھی ارسال کیا جائیگا۔ آئیے دینی تعلیم سے آرائستہ ہو کر اپنے امام علیہ السلام کے ظہور کے لئے زمین ہموار کریں۔

اگر آپ اس کورس سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں تو اپنानام اور مکمل پتہ پر کوڈ کے ساتھ کسی ایک مندرجہ ذیل طریقہ سے تبھیں۔

(۱) SMS 09987777757 سے

(۲) Email: course@almuntazar.com

website: www.almuntazar.com



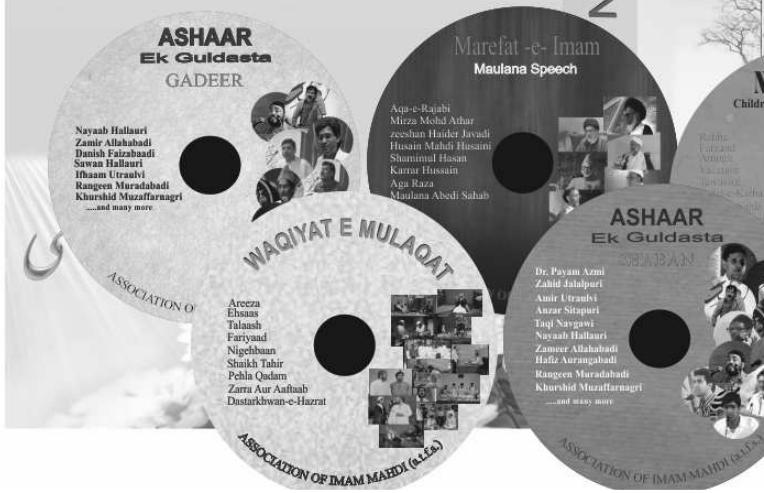
FREE HOME DELIVERY

To order your set SMS 'DVD' to
9987777757

Now Available

- * Waqiyat-e-Mulaqat
- * Nanha Muntazar
- * Maarefat-e-Imam
- * Ashaar / Shaban
- * Ashaar / Ghadeer

5 in 1
DVD Set
150/-



5 in 1DVD Set JASHN

5 in 1DVD Set
JASHN - E - MUNTAZAR
(a.t.f.s)



For more Islamic Media visit:
www.almuntazar.tv

حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام کے چند اقوال

۱) إِنَّا كُمْ وَ صُحبَةَ الْعَاصِينَ وَ مَعْوَنَةَ الظَّالِمِينَ وَ مُجَاوِرَةَ الْفَاسِقِينَ احْذَرُوا فِتْنَتَهُمْ وَ تَبَاعَدُوا مِنْ سَاحِتِهِمْ وَ اعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ خَالَفَ أُولَيَاءَ اللَّهِ وَ دَانَ بِغَيْرِ دِينِ اللَّهِ وَ اسْتَبَلَ بِأَمْرِهِ دُونَ أَمْرِ رَبِّهِ فِي نَارٍ تَلْتَهُبْ تَأْكُلُ أَبْنَانَهُ غَابِثٌ عَنْهَا أَزْوَاجُهَا.....

.....خبردار! گناہگاروں کی صحبت سے بچو، ظالموں کی نصرت نہ کرنا، فاسقین کے پڑوس میں نہ رہنا۔ ایسے لوگوں کے فتنوں سے ہوشیار رہو اور ان کے دیار سے بھی دور رہو۔ جان لوک جو شخص اولیاء اللہ کی مخالفت کرتا ہے، دین خدا کے علاوہ کسی اور دین پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اپنے امور کو اولیاء اللہ کے امور پر ترجیح دیتا ہے وہ آتش جہنم میں ملے گا جو اس کے بدن کو کھا جائیگی جس میں سے روح پرواہ کر چکی ہو گی..... [تحف العقول، ص ۲۵۲]

۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَوْقَالٍ قَالَ: كَانَ عَلَيْهِ بْنُ الْحُسَيْنِ إِذَا أَصْبَحَ حَرَجَ غَادِيًّا فِي طَلَبِ الرِّزْقِ فَقِيلَ لَهُ يَا أَبْنَى رَسُولِ اللَّهِ أَيْنَ تَذَهَّبُ فَقَالَ أَتَصَدِّقُ لِعِيَالِيٍ قِيلَ لَهُ أَتَتَصَدِّقُ قَالَ مَنْ طَلَبَ الْخَلَالَ فَهُوَ مِنَ اللَّهِ جَلَّ وَ عَزَّ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ

عبداللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: ہر روز صبح کے وقت حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام رزق حاصل کرنے کے سلسلہ میں اپنے گھر سے نکلتے تھے۔ آپ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اے فرزند رسول اللہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا ”اپنے اہل و عیال کو عرض عطا کر رہا ہوں۔ سوال ہوا آپ صدقہ دے رہے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”جو شخص حلال طریقہ سے رزق حاصل کرتا ہے تو وہ اللہ جل و علی طرف سے اس کے عمل کی صداقت کی دلیل ہے۔“

(الکافی، ج ۳، ص ۱۲، ح ۱۱)

۳) محمد وآل محمد علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کی دعا:

أَللَّهُمَّ يَا مَنْ حَصَّ مُحَمَّدًا وَآلَّهِ بِالْكَرَامَةِ وَحَبَّاهُمْ بِالرِّسَالَةِ وَحَصَّصَهُمْ بِالْوَسِيلَةِ وَجَعَلَهُمْ وَرَثَةَ الْأَنْبِيَاِ وَخَتَمَ عَلَيْهِمُ الْأَوْصِيَاَءَ وَالْأَعْمَةَ وَعَلَمَهُمْ عِلْمَ مَا كَانَ وَعَلَمَ مَا بَقِيَ وَجَعَلَ أَفْيَدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الظَّاهِرِيْنَ وَافْعُلْ بِنَا مَا أَنْتَ أَهْلُهُ فِي الدِّيَنِ وَالدُّنْيَا وَالآخِرَةِ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

خدایا! اے وہ جس نے محمد علیہ السلام کو عرض و برگی کے ساتھ مخصوص کیا، اور جنہیں منصب رسالت عطا کیا، اور وہیمہ بنا کر خاص امتیاز بخشنا، جنہیں انبیاء علیہم السلام کا اورث قرار دیا، اور جن کے ذریعہ اوصیاء علیہم السلام اور ائمہ علیہم السلام کا سلسلہ ختم کیا، جنہیں گذشتہ اور آئندہ کا علم سکھایا اور لوگوں کے دلوں کو جن کی طرف مائل کیا۔ پس محمد علیہ السلام پر درود بنجھیج اور ہمارے ساتھ دین، دنیا و آخرت میں اس طرح پیش آنا جس کا تو اہل ہے، یقیناً تو ہر شیم پر قدرت رکھنے والا ہے۔ [صحیفہ حبادیہ جدید ایٹین، دعا ۷، ۵]